نضر اللہ امرأ سمع منا حدیثاً فحفظہ حتی یبلغہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ



ماھنامہ الحدیث

حضرو



شمارہ نمبر 86

مدیر: حافظ زبیر علی زئی

رجب ۱۴۳۲ھ جولائی ۲۰۱۱ء





مکتبۃ الحدیث

حضرو، اٹک: پاکستان

بُت پرستی اور شرک سے مکمل اجتناب

﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ﴾ پس اجتناب کرو اَوثان کی نجاست سے۔ (الحج: ۳۰)

فقہ القرآن:

۱: دُور رہنا یعنی مذکورہ چیز سے دُور رہنا، قریب بھی نہ جانا اجتناب کہلاتا ہے، لہٰذا اپنے آپ کو اوثان (بُتوں) اور اُن مقامات سے ہمیشہ دُور رکھنا چاہئے جہاں شرک ہوتا ہے۔

۲: لکڑی، پتھر، تانبے، پیتل یا چاندی وغیرہ کی مورتیوں، بتوں اور مجسموں وغیرہ کو اَوثان کہا جاتا ہے اور ہر قسم کی وثنیت پرستی شرکِ اکبر اور ظلمِ عظیم ہے۔

۳: آیتِ مذکورہ میں مِنْ بیانِ جنس کے لئے ہے یعنی اوثان کی پلیدی ونجاست سے بچ جاؤ۔

۴: ایک آدمی نے نبی ﷺ کے زمانے میں نذر مانی کہ وہ بُوانہ کے مقام پر ایک اونٹ ذبح کرے گا تو آکر نبی ﷺ کو بتایا۔ آپ نے پوچھا: کیا وہاں زمانۂ جاہلیت میں کسی وثن کی عبادت ہوتی تھی؟ اس نے کہا: نہیں، آپ نے پوچھا: کیا وہاں جاہلیت کا کوئی میلہ لگتا تھا؟ اس نے کہا: نہیں، تو نبی ﷺ نے فرمایا: اپنی نذر پوری کرلو اور اللہ کی نافرمانی والی نذر پوری نہ کی جائے اور نہ وہ نذر پوری کی جائے جس کا انسان مالک نہیں ہے۔ (ابوداود: ۳۳۱۳ وسندہ صحیح)

۵: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اور اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک میری اُمت کے (کچھ) قبائل مشرکوں سے نہ مل جائیں گے اور جب تک میری امت کے (کچھ) قبائل بتوں کی عبادت نہ کریں گے۔ (سنن ابی داود: ۴۲۵۲ وسندہ صحیح)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اُمتِ محمدیہ میں بعض لوگ شرک کریں گے۔ (اضواء المصابیح: ۷۲)

۶: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! میری قبر کو وثن نہ بنانا، اس قوم پر اللہ لعنت کرے جنھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مسجدیں بنالیا۔ (مسند الحمیدی بتحقیقی: ۱۰۳۱، وسندہ حسن)

ثابت ہوا کہ قبر پرستی بھی وثنیت اور شرک ہے۔ (۲۰/ اپریل ۲۰۱۱ء)

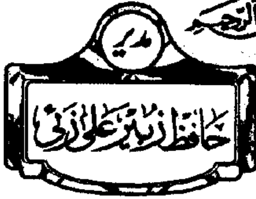
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ نزّل أحسن الحدیث

ماہنامہ الحدیث حضرو

نضر اللہ امرأ سمع منا حدیثاً فحفظہ حتی یبلغہ

جلد: 8 | رجب ۱۴۳۲ھ جولائی ۲۰۱۱ء | شمارہ: 7



معاونین

حافظ ندیم ظہیر

ابو خالد شاکر

ابو جابر عبداللہ دامانوی

قیمت

فی شمارہ : 20 روپے

سالانہ : 200 روپے

علاوہ محصول ڈاک

پاکستان: مع محصول ڈاک

300 روپے

خط وکتابت

مکتبة الحدیث

حضرو ضلع اٹک

ناشر حافظ شیر محمد

0300-5288783

مقام اشاعت

مکتبة الحدیث

حضرو ضلع اٹک

0302-5756937

اس شمارے میں

اضواء المصابیح

أضواء المصابيح في تحقيق مشكوٰة المصابيح

کتاب الطہارۃ، الفصل الاول

[طہارت کے فضائل]

٢٨١) عن أبي مالك الأشعري قال قال رسول الله ﷺ :((الطهور شطر الإيمان والحمد لله تملأ الميزان و سبحان الله والحمد لله تملآن - أو تملأ - ما بين السماوات والأرض والصلاة نور والصدقة برهان والصبر ضياء والقرآن حجة لك أو عليك، كل الناس يغدو فبائع نفسه فمعتقها أو موبقها .)) رواه مسلم .

وفي رواية :((لا إلا الله والله أكبر تملآن ما بين السّماء والأرض .)) لم أجد هذه الرواية في " الصحيحين" ولا في كتاب الحميدي ولا في الجامع ولكن ذكرها الدارمي بدل:" سبحان الله والحمد لله " .

ابو مالک الاشعری (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: طہارت آدھا ایمان ہے، الحمد للہ میزان کو بھر دیتا ہے، آسمان اور زمین کے درمیان جو کچھ ہے اسے سبحان اللہ اور الحمد للہ بھر دیتے ہیں، نماز نور ہے، صدقہ دلیل ہے، صبر روشنی ہے اور قرآن تمھاری دلیل ہے یا تم پر (تمھارے خلاف) دلیل ہے۔ لوگوں میں سے ہر شخص صبح کو اپنی جان کا سودا کرتا ہے، یا تو اسے آزاد کر دیتا ہے یا ہلاک کر دیتا ہے۔

اسے مسلم نے روایت کیا ہے اور ایک روایت میں ہے:

"لا إله إلا الله والله أكبر " آسمان اور زمین کے درمیان کو بھر دیتے ہیں۔

یہ روایت مجھے صحیحین، حمیدی (محمد بن فتوح الاثری الظاہری الاندلسی) کی کتاب (الجمع بین الصحیحین) اور (اصولِ ستہ کی) الجامع (ابن اثیر کی جامع الاصول) میں نہیں ملی، لیکن دارمی نے اسے سبحان اللہ والحمد للہ کی جگہ بیان کیا ہے۔

تخریج: صحیح مسلم (۲۲۳، ترقیم دارالسلام: ۵۳۴) سنن دارمی (۱/۱۶۷ ح ۶۵۹، نسخہ محققہ ۶۷۹)

یحییٰ بن ابی کثیر تک دارمی اور احمد (۳۴۲/۵ ح ۲۲۹۰۲) وغیرہما کی سند صحیح ہے اور یحییٰ بن ابی کثیر کے سماع کی تصریح صحیح مسلم والی حدیث میں موجود ہے۔ واللہ اعلم

فقہ الحدیث:

۱: ایمان کے کئی درجے اور شاخیں ہیں۔

۲: وضو آدھا ایمان ہے۔

۳: اذکارِ مسنونہ پر مسلسل عمل دنیا و آخرت میں بیحد مفید ہے۔

۴: آیات و اذکارِ مسنونہ میں اللہ تعالیٰ نے عظیم تاثیر رکھی ہے۔

۵: شریعت کے تمام احکام پر عمل حتی الوسع ضروری ہے۔

۶: اپنی ساری زندگی میں قرآن و حدیث اور جو چیز قرآن و حدیث سے ثابت ہے (مثلاً اجماع) اس پر عمل حتی الوسع ضروری ہے۔

۷: فرائض پر عمل کرنے سے ثواب ملتا ہے اور گناہ و نافرمانی سے بھی آدمی بچ جاتا ہے۔

۸: نماز کے لئے وضو شرط ہے۔ دیکھئے اضواء المصابیح: ۳۰۰۔۳۰۱

۹: اپنے آپ کو جہنم کے عذاب سے بچانے کے لئے اپنے مسلسل محاسبے میں مشغول رہنا چاہئے۔

۱۰: ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے۔ وغیر ذلک

۱۱: اپنے آپ کو جہنم کے عذاب سے بچانے کے لئے اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنا چاہیے اور مستحقین کو کثرت سے صدقات دینے چاہئیں۔



نبی کریم ﷺ کی نمازِ جنازہ

سوال نبی کریم ﷺ کا جنازہ کس طرح پڑھا گیا اور اس نمازِ جنازہ کی کیفیت کیا تھی؟

(اعجاز احمد، گوجرہ ٹوبہ ٹیک سنگھ)

الجواب سیدنا سالم بن عبید (الاشجعی رضی اللہ عنہ جو اصحابِ صُفہ میں سے تھے) سے ایک لمبی روایت میں آیا ہے کہ لوگوں نے (سیدنا) ابوبکر (الصدیق رضی اللہ عنہ) سے کہا: اے رسول اللہ ﷺ کے ساتھی! کیا رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: جی ہاں! تو لوگوں نے جان لیا کہ یہ سچ ہے۔ پھر لوگوں نے کہا: اے رسول اللہ ﷺ کے ساتھی! کیا رسول اللہ ﷺ کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی؟ انھوں نے فرمایا: جی ہاں! لوگوں نے کہا: کیسے پڑھی جائے گی؟ انھوں نے فرمایا:

''یدخل قوم فیکبّرون ویصلّون ویدعون ثم یخرجون ثم یدخل قوم فیکبّرون ویصلّون ویدعون ثم یخرجون حتی یدخل الناس.''

ایک جماعت (حجرے میں) داخل ہوگی، پھر وہ تکبیر کہیں گے، نماز جنازہ پڑھیں گے اور دعا کریں گے پھر باہر نکل جائیں گے، پھر دوسری جماعت داخل ہوگی تو تکبیر کہیں گے اور نماز جنازہ پڑھیں گے اور دعا کریں گے، پھر باہر نکل جائیں گے حتی کہ دوسرے لوگ داخل ہو جائیں۔ لوگوں نے کہا: اے رسول اللہ کے ساتھی! کیا رسول اللہ ﷺ کو (زمین میں) دفن کیا جائے گا؟ انھوں نے کہا: جی ہاں! لوگوں نے پوچھا: کہاں؟ انھوں نے فرمایا: اس مکان میں جہاں اللہ نے آپ کی روح قبض فرمائی، کیونکہ اللہ نے پاک مکان میں ہی آپ کی روح قبض فرمائی ہے، تو لوگوں نے جان لیا کہ انھوں (سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ) نے سچ فرمایا

ہے۔ الخ (کتاب الشمائل للترمذی بتحقیقی: ۳۹۷ وسندہ صحیح، السنن الکبریٰ للنسائی ۴/ ۲۶۳ ح ۷۱۱۹، الآحاد والمثانی لابن ابی عاصم ۳/ ۱۳۔ ۱۴ ح ۱۲۹۹، المعجم الکبیر للطبرانی ۷/ ۵۷ ح ۶۳۶۷، التمہید لابن عبدالبر ۲۴/ ۳۹۷۔ ۳۹۸ وقال: وھو محفوظ... الخ)

اس حدیث کی سند صحیح ہے، اس کے سارے راوی ثقہ ہیں۔

سلمہ بن نُبیط بن شریط پر اختلاط کا الزام ''یقال'' یعنی صیغۂ تمریض کی وجہ سے ثابت نہیں، دوسرے یہ کہ اُن سے عبداللہ بن داود کی روایت کو امام ابن خزیمہ نے صحیح قرار دیا ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ روایتِ مذکورہ پر اختلاط کا اعتراض غلط ہے۔ (دیکھئے صحیح ابن خزیمہ: ۱۵۴۱، ۱۶۲۴)

یہ حدیث سنن ابن ماجہ میں مختصراً بعض متن کے ساتھ موجود ہے۔ (ح ۱۲۳۴)

اور بوصیری نے کہا: ''ھذا إسناد صحیح، رجاله ثقات'' (زوائد ابن ماجہ: ۴۰۳)

ہیثمی نے کہا: ''ورجاله ثقات'' (مجمع الزوائد ۵/ ۱۸۳)

اس حدیث سے کئی مسائل ثابت ہیں، مثلاً:

۱: رسول اللہ ﷺ کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی۔

۲: یہ نمازِ جنازہ بغیر امام کے، انفرادی اور گروہ در گروہ کی صورت میں پڑھی گئی تھی۔

۳: رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے، یعنی آپ نے موت کا مزہ چکھا۔

۴: نبی جہاں فوت ہوتے تھے، وہیں اُن کی قبر بنتی تھی۔

۵: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پیارے رسول ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے جسم مبارک کو حجرۂ عائشہ کی پاک و مقدس زمین میں دفن کیا۔

۶: سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کے کفن و دفن اور جنازے کا پورا علم تھا۔

۷: سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ صحابۂ کرام میں سب سے بڑے عالم تھے۔

۸: جب علم نہ ہو تو عالم سے مسئلہ پوچھ کر اُس پر عمل کرنا چاہئے۔ وغیر ذلک

سیدنا سالم بن عبید رضی اللہ عنہ کی روایتِ مذکورہ کی تائید میں سیدنا ابو عسیم رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ روایت بھی پیشِ خدمت ہے:

امام ابن سعد نے فرمایا: ”أخبرنا عفان بن مسلم والأسود بن عامر قالا: أخبرنا حماد بن سلمة قال: أخبرنا أبو عمران الجونی: أخبرنا أبو عسیم شهد ذلك قال: لما قبض رسول اللّٰه ﷺ قالوا: كيف نصلّی علیه؟ قالوا: ادخلوا من ذا الباب أرسالاً أرسالاً فصلّوا علیه واخرجوا من الباب الآخر.“

ابو عسیم (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ وہ اس وقت (جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے) حاضر تھے، انھوں نے فرمایا: جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو لوگوں نے کہا: آپ کی نمازِ جنازہ کس طرح پڑھی جائے؟ انھوں نے جواب دیا: اس دروازے سے گروہ در گروہ داخل ہو جاؤ، پھر آپ کا جنازہ پڑھو اور دوسرے دروازے سے باہر نکل جاؤ۔

(طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۲۸۹ وسندہ صحیح)

اس روایت کی سند سیدنا ابو عسیم رضی اللہ عنہ تک صحیح ہے۔

فائدہ: ابو عسیم کو ابو عسیب بھی کہا جاتا ہے۔ رضی اللہ عنہ

(دیکھئے مسند احمد ۵/ ۸۱ ح ۲۰۷۶۶ وسندہ صحیح ورواہ مطولاً)

حافظ ابن عبد البر نے فرمایا: ” وأما صلوة الناس علیه أفذاذاً فمجتمع علیه عند أهل السیر وجماعة أهل النقل لا یختلفون فیه“ اور رہا لوگوں کا انفرادی طور پر ٹولیوں کی صورت میں آپ کی نمازِ جنازہ پڑھنا تو سیرت نگاروں اور ناقلین حدیث کا اس پر اجماع ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ (التمہید ج ۲۴ ص ۳۹۷، نسخہ مرتبہ ج ۶ ص ۲۵۵)

امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”فقد صلّی الناس علی رسول اللّٰه ﷺ أفراداً لا یؤمهم أحد وذلك لعظم أمر رسول اللّٰه ﷺ وتنافسهم في أن لا یتولی الإمامة في الصلوة علیه واحد وصلوا علیه مرة بعد مرة.“

پس لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی نمازِ جنازہ انفرادی طور پر پڑھی، کوئی ان کی امامت نہیں کرتا تھا۔ یہ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کا مقام عظیم ہے اور (دوسرے یہ کہ) انھوں نے آپ کی نمازِ جنازہ میں امامت کے بارے میں اختلاف کیا کہ کوئی ایک امامت نہ کرے اور

انھوں نے ایک دوسرے کے بعد آپ کی جنازہ پڑھی۔

(کتاب الام ج۱ص ۲۷۵ باب الصلاۃ علی المیت)

امام شافعی رحمہ اللہ کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی مسلسل انفرادی نمازِ جنازہ آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔

آخر میں عرض ہے کہ اس نمازِ جنازہ کی واضح کیفیت کسی صحیح حدیث میں نہیں ملی، لہٰذا عموم سے استدلال کرتے ہوئے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسی طرح جنازہ پڑھا گیا ہوگا جیسے فوت شدہ مسلمانوں پر پڑھا جاتا ہے۔ واللہ اعلم

بعض علماء کہتے ہیں کہ اس نمازِ جنازہ میں دعائے مغفرت نہیں پڑھی گئی بلکہ صرف درود پڑھا گیا (!) لیکن اس قول کی کوئی دلیل میرے علم میں نہیں ہے۔ (۳/ اپریل ۲۰۱۱ء)

میّت کا چہرہ قبلہ رُخ کرنا

سوال ہمارے ہاں عام طور پر میت کو سیدھا لٹا کر اس کی گردن کو موڑ کر قبلہ کی طرف منہ کر دیتے ہیں (قبر میں) جبکہ میں نے فتاویٰ اسلامیہ مترجم جلد دوئم طبع دار السلام میں شیخ ابن عثیمین کا جواب پڑھا ہے کہ میت کو دائیں پہلو پر قبلہ رخ دفن کیا جائے اسی طرح احکام الجنائز مترجم ص ۱۸۳ مسئلہ نمبر ۱۵۲ میں لکھا ہے میت کو قبر میں دائیں کروٹ لٹایا جائے گا۔ محترم شیخ! ہمارے ہاں پاکستان میں میت کو قبر میں سیدھا لٹایا جاتا ہے جبکہ کتاب وسنت کے مطابق مسئلہ کی صحیح وضاحت فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیراً (محمد رمضان سلفی عارف والہ)

الجواب اس بات پر مسلمانوں کا اتفاق (اجماع) ہے کہ میّت کا رُخ قبر میں قبلے کی طرف ہونا چاہیے۔

(دیکھئے المحلی لابن حزم ج۵ ص ۱۷۳ مسئلہ: ۶۱۵، احکام الجنائز للالبانی ص ۱۵۱ فقرہ: ۱۰۴)

اس کی تائید میں دو حدیثیں بھی مروی ہیں، جن کی تحقیق درج ذیل ہے:

۱: ''قبلتکم أحیاءً و أمواتاً'' تمھارے زندہ اور فوت شدہ لوگوں کا قبلہ۔

(ابوداود: ۲۸۷۵، نسائی: ۷/ ۴۰۱۷، المستدرک للحاکم ۱/ ۵۹، ۴/ ۲۵۹)

اس کی سند یحییٰ بن ابی کثیر کے عن کی وجہ سے ضعیف ہے اور السنن الکبریٰ للبیہقی (۳/ ۴۰۹) میں اس کے ضعیف شواہد بھی ہیں جن کے ساتھ یہ ضعیف ہی ہے۔

۲: سیدنا براء بن معرور رضی اللہ عنہ اور استقبال القبلہ کی وصیت

(الاوسط لابن المنذر ۵/ ۳۲۰، السنن الکبریٰ للبیہقی ۳/ ۳۸۴، المستدرک للحاکم ۱/ ۳۵۳۔۳۵۴ ح ۱۳۰۵)

اسے یحییٰ بن عبداللہ بن ابی قتادہ (وثقہ ابن حبان والحاکم وغیرہما) نے عن ابیہ (عبداللہ بن ابی قتادہ) کی سند سے بیان کیا ہے، لیکن مستدرک الحاکم میں اسے سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کر دیا گیا ہے، جیسا کہ نصب الرایہ (۲/ ۲۵۲) اور اتحاف المہرۃ (۴/ ۱۳۳ ح ۴۰۵۴) وغیرہما سے ظاہر ہے، اور یہ اضافہ وہم (غلط) ہے۔ (دیکھئے ارواء الغلیل ۳/ ۱۵۳ ح ۶۸۹)

اس روایت میں نعیم بن حماد پر اعتراض باطل و مردود ہے، لیکن یہ سند مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ السنن الکبریٰ للبیہقی (۳/ ۳۸۴ فیہ ابن شہاب الزہری وعنعن) میں اس کا ضعیف و مرسل شاہد بھی ہے اور اسے ''مرسل جید'' کہنا محلِ نظر ہے۔

مشہور تابعی امام حسن بصری رحمہ اللہ یہ پسند کرتے تھے کہ میت کو موت کے وقت قبلہ رُخ کرنا چاہئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۳/ ۲۳۹ ح ۱۰۸۷۲، وسندہ صحیح)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا:

'' إن جعل شقه إلى القبلة فذاك، وأراه قال: وإن شاؤا مستلقیًا علی قفاه.... '' اگر اس کا پہلو قبلہ رخ کیا جائے تو یہ (بہتر) ہے، اور (ابوداود نے کہا:) میرا خیال ہے کہ انھوں نے فرمایا: اور اگر چاہیں تو وہ پشت کے بل لیٹا ہوا اور اس کا چہرہ قبلہ رُخ کر دیا جائے۔ (مسائل ابی داود ص ۱۳۸)

مختصر یہ کہ عربوں کی طرح اگر دائیں پہلو قبلہ رُخ لٹا دیا جائے تو جائز ہے اور اگر عام لوگوں کے مسلسل عمل یعنی پشت پر لیٹی ہوئی میت کا صرف چہرہ قبلہ رخ کر دیا جائے تو یہ بھی جائز ہے۔ واللہ اعلم (۵/ اپریل ۲۰۱۱ء)

حافظ زبیر علی زئی

ابن حزم اور ضعیف + ضعیف کی مروّجہ حسن لغیرہ کا مسئلہ؟

راقم الحروف نے ۱۷/ نومبر ۲۰۰۹ء کو لکھا تھا: ''بعض لوگ ضعیف + ضعیف کے اُصول اور جمع تفریق کے ذریعے سے بعض روایات کو حسن لغیرہ قرار دیتے ہیں، لیکن حافظ ابن حزم اس اصول کے سخت خلاف تھے.....'' (تعارف الصحیفہ ص ۸)

عرض ہے کہ حافظ ابن حزم کی مشہور کتاب المحلیٰ اس دعوے کی تائید کرتی ہے اور بطورِ نمونہ اس کتاب سے دس مثالیں پیشِ خدمت ہیں:

۱) ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے نبیذ کے بارے میں فرمایا: **''تمرةٌ طيّبة و ماءٌ طهور.''** پاک کھجور اور پاک پانی۔ یہ روایت کئی سندوں سے مروی ہے:

ا: أبو فزارة عن أبي زيد عن عبدالله بن مسعود رضي الله عنه .

(ابوداود: ۸۴، ابن ماجہ: ۳۸۴، ترمذی: ۸۸ وقال: ''وأبو زيد رجل مجهول....''، احمد ۱/ ۴۰۲ ح ۳۸۱۰)

یہ سند ابو زید مجہول اور ابو فزارہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۲: ابن لهيعة : حدثنا قيس بن الحجاج عن حنش الصنعاني عن عبدالله بن عباس رضي الله عنه . (ابن ماجہ: ۳۸۵)

اس روایت کی سند دو وجہ سے ضعیف ہے:

اول: ابن لہیعہ پر جرح ہے۔ (ورواہ قبل اختلاطہ، انظر مسند احمد ۱/ ۳۹۸ ح ۳۷۸۲)

دوم: حنش بن المعتمر الصنعانی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

۳: علي بن زيد بن جدعان عن أبي رافع عن ابن مسعود رضي الله عنه .

(مسند احمد ۱/ ۴۵۵ ح ۴۳۵۳ وسنن الدارقطنی ۱/ ۷۷ ح ۲۴۳ وغیرہما)

یہ روایت دو وجہ سے ضعیف ہے:

اول: علی بن زید ضعیف ہے۔

دوم: ابورافع کا سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔

تنبیہ: اس روایت میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نبیذ کے ساتھ وضو کیا، لہٰذا یہ سابقہ دو روایات کا شاہد معنوی ہے۔

۴: **الوليد بن مسلم حدثنا معاوية بن سلام عن أخيه زيد عن جده أبي سلام عن فلان بن غيلان الثقفي أنه سمع عبد الله بن مسعود رضي الله عنه .**

(التحقیق لابن الجوزی ۱/ ۲۵ ح ۳۷ بحوالہ دارقطنی)

یہ سند دو وجہ سے ضعیف ہے۔

اول: فلان بن غیلان مجہول ہے۔

دوم: ولید کا روایتِ مذکورہ میں سماع مسلسل مذکور نہیں۔

حافظ ابن حزم نے اس مفہوم کی روایات کے بارے میں کہا:

"**أما الخبر المذكور فلم يصح لأن في جميع طرقه من لا يعرف أو من لا خير فيه** ..." رہی مذکورہ روایت تو یہ صحیح نہیں، کیونکہ اس کی تمام سندوں میں غیر معروف راوی ہیں یا ایسے راوی ہیں جن میں کوئی خیر نہیں..... (المحلی ج ۱ ص ۲۰۴ مسئلۃ ۱۴۸)

امام ابوحاتم الرازی اور امام ابوزرعہ الرازی رحمہما اللہ دونوں نے فرمایا: "**ولا يصح في هذا الباب شئ**" اور اس باب میں کوئی چیز بھی صحیح نہیں۔ (علل الحدیث ۱/ ۲۵۱ ح ۹۹)

ابن الجوزی نے کہا: "**ليس في هذه الأحاديث شئ يصح**" ان احادیث میں کوئی چیز صحیح نہیں ہے۔ (التحقیق ۱/ ۲۶ ح ۳۹ ووافقہ ابن عبدالهادی)

۲) بعض روایات میں تعلیمِ قرآن پر اُجرت لینے کی ممانعت آئی ہے۔ مثلاً:

۱: **المغيرة بن زياد الموصلي عن عبادة بن نسي عن الأسود بن ثعلبة عن عبادة ابن الصامت رضي الله عنه.** (سنن ابی داود: ۳۴۱۶، سنن ابن ماجہ: ۲۱۵۷، مسند احمد ۵/ ۳۱۵)

میری تحقیق میں یہ سند حسن لذاتہ ہے اور حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

(دیکھئے المستدرک ۲/ ۴۱-۴۲ ح ۲۲۷۷)

۲: أبو المغيرة وبقية بن الوليد كلاهما عن بشر بن عبدالله بن يسار السلمي عن عبادة بن نسي عن جنادة بن أبي أمية عن عبادة بن الصامت رضي الله عنه .

(ابوداود: ۴۴۱۷ واحمد ۵/ ۳۲۴)

اسے حاکم نے صحیح الاسناد کہا۔ (۴/ ۳۵۶ ح ۵۵۲۷) اور ذہبی نے کہا: ''صحیح''

۳: ابن حزم بسنده عن أبي إدريس الخولاني عن أبى بن كعب رضي الله عنه

(المحلی ۸/ ۱۹۴ مسئلہ ۲۳۰۷، وشاھدہ عند ابن ماجہ: ۲۱۵۸)

۴: إسماعيل بن عياش عن عبد ربه بن سليمان بن عمير بن زيتون عن الطفيل بن عمرو عن رسول الله ﷺ . (المحلی ۸/ ۱۹۴)

۵: أبو سعد محمد بن ميسر عن موسى بن علي بن رباح عن أبيه أن أبى بن كعب رضي الله عنه . (المحلی ۸/ ۱۹۴)

۶: يحيى بن أبي كثير بسنده عن أبي راشد الحبراني عن عبد الرحمن بن شبل رضي الله عنه . (المحلی ۸/ ۱۹۴، احمد ۳/ ۴۴۴، الصحیحۃ للالبانی: ۲۶۰)

یہ روایات ذکر کر کے ابن حزم نے کہا: ''أما الأحاديث في ذلك عن رسول الله ﷺ فلا يصح منها شئ .....'' اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے مروی شدہ احادیث میں سے کوئی چیز بھی صحیح نہیں ہے۔ (المحلی ۸/ ۱۹۵)

تنبیہ: ہمارے نزدیک نمبر ۱، ۲ والی احادیث حسن اور نمبر ۶ والی حدیث صحیح ہے۔ نیز دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی (حدیث ابی الدرداء ۶/ ۱۲۶) اور الموسوعۃ الحدیثیہ (۳۷/ ۳۶۴)

۴) ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک آدمی نے صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ کی اونی چادر چرالی جس کی قیمت تیس درہم تھی، پھر اس آدمی کو پکڑ لیا گیا اور نبی ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ نے حکم دیا: اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔ صفوان نے کہا: کیا صرف تیس درہم کے بدلے میں اس کا ہاتھ کاٹیں گے؟ میں اس چادر کو اس پر فروخت کرتا ہوں اور قیمت کی ادائیگی ادھار کر لیتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اس آدمی کو میرے پاس لانے سے پہلے ایسا کیوں نہ

کیا؟ یہ روایت کئی سندوں سے مروی ہے۔ مثلاً:

ا: أسباط عن سماك بن حرب عن حميد ابن أخت صفوان عن صفوان بن أمية رضي الله عنه . (ابوداود: ۴۳۹۴ وصححہ ابن الجارود: ۸۲۸، ورواہ النسائی: ۴۸۸۷ ومن طریقہ ابن حزم فی المحلی ۱۱/۱۵۲ مسئلہ: ۲۱۷۸)

میری تحقیق میں یہ سند حسن لذاتہ ہے۔

۲: سعيد بن أبي عروبة عن قتادة عن عطاء بن أبي رباح عن طارق بن مرقع عن صفوان بن أمية رضي الله عنه . (المحلی ۱۱/۱۵۲، احمد ۳/۴۰۱، ۶/۴۶۵، نسائی: ۴۸۸۳)

۳: زهير عن عبد الملك بن أبي بشير عن عكرمة عن صفوان بن أمية رضي الله عنه . (نسائی: ۴۸۸۵، المحلی ۱۱/۱۵۲)

۴: مالك عن ابن شهاب عن صفوان بن عبدالله بن صفوان بن أمية أن صفوان بن أمية رضي الله عنه . (المحلی ۱۱/۱۵۲)

یہ روایات ذکر کر کے ابن حزم نے کہا: "فنظر نا في الآثار عن النبي ﷺ فوجدنا ها لايصح منها شئ أصلاً..." پس ہم نے نبی ﷺ کی (طرف منسوب) روایات کو دیکھا تو ان میں سے کسی چیز کو بھی صحیح نہیں پایا۔ (المحلی ۱۱/۱۵۳)

تنبیہ: ان روایات کی تائید میں اور بھی روایتیں موجود ہیں۔

مثلاً دیکھئے المستدرک للحاکم (۴/۳۸۰ ح ۸۱۴۸ وصححہ الحاکم ووافقہ الذہبی)

٤) ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قومِ لوط کا عمل کرنے والوں کے بارے میں فرمایا: فاعل اور مفعول کو قتل کردو۔ (ابوداود: ۴۴۶۲ وغیرہ وسندہ حسن)

اس حدیث کو ابن الجارود (۸۲۰) حاکم (۴/۳۵۵) اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔

اس حدیث کی سندیں و شواہد درج ذیل ہیں:

ا: عبد العزيز بن محمد الدراوردي عن عمرو بن أبي عمرو عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنه . (ابوداود: ۴۴۶۲ والمحلی ۱۱/۳۸۳ مسئلہ ۲۲۹۹)

۲: عبداللّٰہ بن نافع عن عاصم بن عمر عن سهيل عن أبيه عن أبي هريرة رضي الله عنه . (ابن ماجہ:۲۵۶۲)

۳: عبادبن منصورعن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنه . (احمد ۱/۳۰۰ح ۲۷۳۳)

۴: ابن وهب عن يحيى بن أيوب عن ابن جريج عن ابن عباس رضي الله عنه . (المحلی ۱۱/۳۸۳)

اس طرح کی روایات ذکر کر کے ابن حزم نے کہا:" وهذا كل ما موهوا به وكله ليس لهم منه شئ يصح " یہ ہے ساری ملمع سازی جو ان لوگوں نے کی ہے اور ان ساری روایات میں ان کے لئے کوئی چیز (بھی) صحیح نہیں ہے۔ (المحلی ۱۱/۳۸۳)

تنبیہ: حدیث نمبر ا حسن لذاتہ ہے اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے قومِ لوط والے عمل کے بارے میں فرمایا: گاؤں میں سب سے اونچی عمارت دیکھی جائے، پھر اسے اس کا سر نیچے کئے ہوئے گرایا جائے، پھر اسے پتھر مارے جائیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۹/۵۲۹ ح ۲۸۳۲۸ وسندہ صحیح)

ایک روایت میں ہے کہ اسے رجم کیا جائے۔ (ابن ابی شیبہ ح ۲۸۳۲۹ وسندہ حسن)

۵) ایک حدیث میں آیا ہے کہ" ان رسول الله ﷺ كان يقبّل ولا يتوضأ "

بے شک رسول اللہ ﷺ (اپنی بیوی کا) بوسہ لیتے تھے اور (دوبارہ) وضو نہیں کرتے تھے۔

اس مفہوم کی چند سندیں درج ذیل ہیں:

ا: سفيان الثوري عن أبي روق عن إبراهيم التيمي عن عائشة رضي الله عنها . (ابوداود:۱۷۸، وقال: " وهو مرسل " رواہ یحیی القطان عنہ)

۲: الأعمش عن حبيب بن أبي ثابت عن عروة عن عائشة رضي الله عنها . (ابوداود:۱۷۹)

۳: الأعمش عن أصحاب له عن عروة المزني عن عائشة رضي الله عنها . (ابوداود:۱۸۰)

یہ روایات ذکر کر کے ابن حزم نے کہا:" وهذا حديث لا يصح . . ." اور یہ حدیث صحیح

نہیں ہے...(المحلی ۱/۲۴۵ مسئلہ ۱۶۵)
اس کی دوسری سندیں بھی ہیں۔ مثلاً:
۴: عبدالكريم الجزري عن عطاء عن عائشة رضي الله عنها .
(المبزار بحوالہ نصب الرایہ ۱/۷۴)

۵: حجاج (بن أرطاة) عن عمرو بن شعيب عن زينب السهمية عن عائشة رضي الله عنها . (ابن ماجہ: ۵۰۳)

امام ترمذی نے فرمایا: ''وليس يصح عن النبي ﷺ في هذا الباب شئ''
اس باب میں نبی ﷺ سے کوئی چیز صحیح ثابت نہیں۔ (سنن ترمذی: ۸۶)
معلوم ہوا کہ امام ترمذی بھی حسن لغیرہ (مروّجہ) کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔ یاد رہے کہ حدیث مذکور (ابوداود: ۱۷۸) کو شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح قرار دے رکھا ہے۔!!

۶) ایک روایت میں آیا ہے کہ پس جو سو جائے تو وہ (دوبارہ) وضو کرے، اس کی دو سندیں مشہور ہیں:

۱: بقية عن الوضين بن عطاء عن محفوظ بن علقمة عن عبدالرحمن بن عائذ عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه . (ابوداود: ۲۰۳ وقال الألبانی: حسن)

۲: أبو بكر بن أبي مريم عن عطية بن قيس الكلابي أن معاوية بن أبي سفيان رضي الله عنه قال: إلخ (احمد ۴/۹۶۔۹۷، دارمی: ۷۲۸)

ان دونوں روایتوں پر ابن حزم نے جرح کی اور ساقط قرار دیا۔ (دیکھئے المحلی ۱/۲۳۱)

۷) ایک روایت میں آیا ہے کہ رمضان میں (اپنی بیوی کے ساتھ جماع کر کے) روزہ توڑنے والے کو کفارے کے ساتھ ایک دن کے روزے کی قضا کا بھی حکم دیا گیا تھا۔
اس روایت کی چند سندیں درج ذیل ہیں:

۱: أبو أويس عن الزهري عن حميد بن عبدالرحمن عن أبي هريرة رضي الله عنه . (المحلی ۶/۱۸۱ مسئلہ ۷۳۵)

۲: هشام بن سعد عن الزهري عن أبي سلمة عن أبي هريرة رضي الله عنه .
(المحلی ۶/ ۱۸۱، سنن ابی داود: ۲۳۹۳ وقال الالبانی: صحیح)

۳: حجاج بن أرطاة عن عمر وبن شعيب عن أبيه عن جده الخ
(السنن الکبریٰ للبیہقی ۴/ ۲۲۶)

الحجاج بن أرطاة عن عطاء عن عمر وبن شعيب عن أبيه عن جده.
(المحلی ۶/ ۱۸۲)

۴: عبد الجبار بن عمر عن يحيى بن سعيد الأنصاري عن سعيد بن المسيب عن أبي هريرة رضي الله عنه . (المحلی ۶/ ۱۸۲، السنن الکبریٰ للبیہقی ۴/ ۲۲۶)

ان روایات کو شیخ البانی اور حافظ ابن حجر نے مجموعی طرق کی وجہ سے قوی قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ (دیکھئے تعلیق صحیح ابن خزیمہ ح ۱۹۵۴، فتح الباری ۴/ ۲۷ اتحت ح ۱۹۳۶)

لیکن ابن حزم نے علانیہ کہا: "تلك آثار لا يصح فيها شئ"
ان روایات میں سے کوئی چیز بھی صحیح نہیں۔ (المحلی ۶/ ۱۸۱)

امام ابن خزیمہ نے بھی اس روایت کے صحیح ہونے میں شک کیا ہے۔
(صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۲۲۳ قبل ح ۱۹۵۴)

۸) ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی ﷺ (نماز میں) ایک سلام کہتے تھے یا ایک سلام کہا۔ اس کی بعض سندیں درج ذیل ہیں:

۱: عبدالوهاب بن عبد المجيد الثقفي عن حميد (الطويل) عن أنس بن مالك رضي الله عنه . (المعجم الاوسط بحوالہ الصحیحہ للالبانی: ۳۱۶)

۲: جرير بن حازم عن أيوب عن أنس رضي الله عنه .
(مصنف ابن ابی شیبہ بحوالہ الصحیحہ ۱/ ۵۶۶)

۳: محمد بن الحارث المصري عن يحيى بن راشد عن يزيد مولى سلمة عن سلمة بن الأكوع رضي الله عنه . (ابن ماجہ: ۹۲۰)

۴: هشام بن عمار عن عبدالملك بن محمد الصنعاني عن زهير بن محمد عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة رضي الله عنها .

(ابن ماجہ:۹۱۹ والترمذی:۲۹۶ بسند آخر)

۵: عبدالمهيمن بن عباس بن سهل بن سعد الساعدی عن أبيه عن جده رضي الله عنه . (ابن ماجہ:۹۱۸)

لیکن ابن حزم نے کہا: "أماتسليمة واحدة فلا يصح فيها شئ عن النبی ﷺ"

ایک سلام کی کوئی روایت بھی نبی ﷺ سے صحیح ثابت نہیں۔ (المحلی ۴/۱۳۲، مسئلہ ۴۵۷)

۹) وضو کے دوران میں داڑھی کا خلال کرنا بہت سی احادیث میں آیا ہے اور اس مسئلے میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ والی روایت حسن لذاتہ ہے۔

چند روایات کی تخریج درج ذیل ہے:

۱: عن عثمان رضی اللہ عنہ (ترمذی:۳۱، ابن ماجہ:۴۳۰، حاکم ۱/۱۴۹، وغیرہم)

۲: عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ (ابوداود:۱۴۵، بیہقی ۱/۵۴)

۳: عن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ (ترمذی:۲۹۔۳۰، ابن ماجہ:۴۲۹، الحاکم ۱/۱۴۹)

نیز دیکھئے جُنۃ المرتاب بنقد المغنی عن الحفظ والکتاب (ص ۲۰۵۔۲۲۴)

لیکن ابن حزم نے کہا: "وهذا كله لايصح منه شئ" اوران تمام روایات میں سے کوئی چیز بھی صحیح نہیں۔ (المحلی ۲/۳۶ مسئلہ ۱۹۰)

اور امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ نے فرمایا: نبی ﷺ سے داڑھی کے خلال کے بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔ (علل الحدیث نسخہ محققہ ۱/۲۵۲ ح ۱۰۱)

تنبیہ: ہمارے نزدیک سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ والی حدیث حسن لذاتہ ہے اور امام اسرائیل بن یونس بن اسحاق رحمہ اللہ پر ابن حزم کی جرح مردود ہے۔

۱۰) بعض روایات میں کہنیوں تک تیمم کا قولاً یا فعلاً ذکر آیا ہے اور حنفیہ ان سے استدلال کرتے ہیں، ان روایات میں سے بعض درج ذیل ہیں:

۱: عن ابن عمر رضی اللہ عنہ (المحلی ۲/ ۱۴۹، مسئلہ ۲۵۰، ابوداود: ۳۳۰ وسندہ ضعیف منکر)

۲: عن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ (المحلی ۲/ ۱۴۹، البزار بحوالہ نصب الرایہ ا/ ۱۵۴)

۳: عن ابی ذر رضی اللہ عنہ (المحلی ۲/ ۱۵۰)

ان کے علاوہ اور بھی کئی ضعیف روایات ہیں۔ دیکھئے نصب الرایہ (ا/ ۱۵۰، ۱۵۴) اور عقود الجواھر المنیفۃ (ص ۴۰) وغیرہما۔

ابن حزم نے کہا: ''أما الأخبار فکلھا ساقطة لا یجوز الإحتجاج بشئ منھا.''

(اس کے بارے میں) تمام روایتیں ساقط ہیں، ان میں سے کسی چیز کے ساتھ بھی حجت پکڑنا جائز نہیں۔ (المحلی ۲/ ۱۴۸)

تنبیہ: یہ مرفوع روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف و مردود ہی ہے۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی مثالیں تلاش کی جا سکتی ہیں، جن سے صاف ظاہر ہے کہ حافظ ابن حزم ضعیف + ضعیف (یعنی بعض الناس کی مروّجہ حسن لغیرہ) کو حجت نہیں سمجھتے تھے اور اس کے خلاف اُن سے کوئی ایک روایت بھی ثابت نہیں جس کی تمام سندیں ضعیف ہوں اور انھوں نے اسے حسن لغیرہ قرار دے کر حجت قائم کی ہو۔

زرکشی نے بغیر کسی سند اور حوالے کے حافظ ابن حزم سے نقل کیا کہ ''اور اگر ضعیف روایت کی ہزار سندیں بھی ہوں تو اس سے روایت قوی نہیں ہوتی.. '' (النکت للزرکشی ص ۱۰۴)

عرض ہے کہ زرکشی نے اس قول کو شاذ اور مردود کہا ہے، لیکن انصاف یہ ہے کہ (اگر یہ قول ابن حزم سے باسند صحیح ثابت ہو جائے تو) یہی قول راجح اور صحیح ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے تلک الغرانیق کا قصہ اور اس کا رد (ماہنامہ الحدیث حضرو: ۸۳ ص ۲۱ تا ۳۵)

تعارف الصحیفہ میں زرکشی کا قول بطورِ استدلال و حجت نقل نہیں کیا گیا بلکہ زرکشی پر بطورِ رد نقل کیا گیا ہے اور راقم الحروف کی عبارت سے بھی یہی ظاہر ہے: ''بعض لوگ ضعیف + ضعیف کے اُصول اور جمع تفریق کے ذریعے سے بعض روایات کو حسن لغیرہ قرار دیتے ہیں

لیکن حافظ ابن حزم اس اُصول کے خلاف تھے بلکہ زرکشی نے ابن حزم سے نقل کیا:

''ولو بلغت طرق الضعيف ألفًا لايقوى....'' الخ

فائدہ: بعض لوگوں نے کہا کہ ہم دو روایتوں میں سے ایک روایت کو ترجیح دیتے ہیں، اس وجہ سے کہ ایک مرسل روایت اس کی تائید کرتی ہے تو حافظ ابن حزم نے ان لوگوں کے رد میں کہا: '' وهذا لامعنى له لأن المرسل في نفسه لاتجب به حجة فكيف يؤيد غيره مالايقوم بنفسه'' اور اس کا کوئی معنی نہیں، کیونکہ مرسل سے بذاتِ خود حجت لازم نہیں ہوتی تو وہ دوسرے کی کس طرح تائید کر سکتی ہے جو بذاتِ خود قائم نہیں ہوتی۔

(الاحکام فی اصول الاحکام ج ۲ ص ۱۸۷ فصل فی تمام الکلام فی تعارض النصوص)

اس حوالے سے بھی یہی ثابت ہے کہ ابن حزم ضعیف کے ساتھ تقویت کے قائل نہیں تھے۔ واللہ اعلم (۹/ اپریل ۲۰۱۱ء)

اعلانات

۱: ریحان جاوید دیوبندی کی کتاب ''قرۃ العینین بجواب نور العینین'' کے رد کے لئے دیکھئے علمی مقالات (ج ۴ ص ۴۴۸۔۴۸۱)

۲: غلام مرتضیٰ ساقی بریلوی کی کتاب '' مسئلہ رفع یدین پر امین محمدی اور علی زئی کا تعاقب'' کے رد کے لئے دیکھئے علمی مقالات (۴/ ۴۸۹۔۵۰۰)

۳: حسین الامینی (شیعہ) کی کتاب ''شیعیت کا مقدمہ'' کے رد کے لئے دیکھئے علمی مقالات (۴/ ۳۰۴۔۳۱۸)

۴: بعض الناس کی کتاب '' ائمہ ثلاثہ احناف کا دفاع مع آئینہ غیر مقلدیت'' کے دندان شکن رد کے لئے دیکھئے علمی مقالات (۴/ ۵۲۷۔۵۴۳)

۵: تراب الحق قادری بریلوی کی کتاب ''رسولِ خدا ﷺ کی نماز'' پر تبصرے اور رد کے لئے دیکھئے علمی مقالات (۴/ ۴۰۶۔۴۲۲) [ادارہ مکتبۃ الحدیث حضرو ضلع اٹک]

محمد صادق آبادی

دیوبندی بنام دیوبندی (قسط نمبر۳)

آلِ دیوبند تقلید کی اہمیت بیان کرتے ہوئے اکثر کہا کرتے ہیں کہ تقلید اختلاف سے بچاتی ہے۔ان کے اس خیال کو غلط ثابت کرنے کیلئے میں نے دیوبندی بنام دیوبندی کے نام سے دو مضامین لکھے، جن کا ابھی تک میری معلومات کے مطابق کوئی جواب نہیں آیا۔

آلِ دیوبند ترکِ تقلید کے نقصانات میں سے ایک نقصان یہ بھی بتاتے ہیں کہ تقلید نہ کرنے والے لوگ کتاب وسنت سے وضو،غسل،نماز وغیرہ کے ہر مسئلے میں اس طرح کی تقسیم یعنی فرائض،واجبات،سنن،مستحبات،مفسدات اور مکروہات وغیرہ نہیں بتا سکتے۔

قارئین کی معلومات کے لئے عرض ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے ایسی تقسیم کرنے والوں کے کلام کو"زندیقوں کا کلام" کہا ہے جو لوگ نماز کے ہر مسئلے کے لئے فرض،واجب یا سنت وغیرہ کا مطالبہ کرتے ہیں ۔

(دیکھئے سیر اعلام النبلاء ج ۸ ص ۱۱۳۔۱۱۴،تاریخ الاسلام للذہبی ۱۱/ ۳۲۷،الحدیث حضرو نمبر ۸ ص ۳۵)

البتہ آلِ دیوبند اس تقسیم (یعنی نماز کے ہر مسئلے میں فرض،واجب،سنت،یا مستحب وغیرہ کا مطالبہ کرنے) کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ اسے بہت ضروری سمجھتے ہیں،لیکن اس کے باوجود آلِ دیوبند میں ان چیزوں کے بارے میں بھی بہت زیادہ اختلاف ہے اور اس میں سے بعض حوالے بطورِ نمونہ مشتے از خروارے پیشِ خدمت ہیں:

۱: آلِ دیوبند کے"امام" عبدالشکور لکھنوی نے لکھا ہے:"غسل میں ایک فرض ہے۔"

(علم الفقہ ص ۱۲۳،دوسرا نسخہ ص ۱۲۰)

"کلی کرنا اور ناک میں پانی لینا" عبدالشکور لکھنوی کے نزدیک واجبات میں شامل ہیں۔

(دیکھئے علم الفقہ ص ۱۲۴،دوسرا نسخہ ص ۱۲۱)

آلِ دیوبند کے ''مفتی اعظم پاکستان مفتی'' محمد شفیع دیوبندی نے اس کتاب (علم الفقہ) پر تقریظ لکھی ہے اور اس کتاب میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ''ہر مسئلہ میں وہی قول لکھا جائے گا جس پر فتویٰ ہے۔'' (علم الفقہ ص ۲۳، دوسرا نسخہ ص ۱۵)

جبکہ آلِ دیوبند کے ''مفتی اعظم ہند مفتی'' کفایت اللہ دہلوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''غسل میں تین فرض ہیں: (۱) کلّی کرنا (۲) ناک میں پانی ڈالنا (۳) تمام بدن پر پانی بہانا!'' (تعلیم الاسلام ص ۵۲، دوسرا نسخہ ص ۲۸ حصہ دوم)

قارئین کرام! آپ نے غسل کے مسئلے میں فرائض کا اختلاف تو ملاحظہ فرمالیا، اب فرض کی تعریف بھی آلِ دیوبند سے ہی ملاحظہ فرمالیں:

آلِ دیوبند کے ''استاذ الحدیث'' منیر احمد منور دیوبندی نے لکھا ہے: ''فرض وہ ہے جس کا لزوم قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ دلیل کے ساتھ ثابت ہو اس کا منکر کافر اور تارک مستحق عذاب ہوتا ہے۔'' (نماز عید کے اختلافی مسائل پر حنفی تحقیقی جائزہ ص ۱۷۷)

اب یہ تو آلِ دیوبند کی مرضی ہے کہ وہ اپنے مفتی کفایت اللہ کے فرض قرار دیئے ہوئے دو فرضوں کے منکر اپنے ہی ''امام'' عبدالشکور لکھنوی پر کیا فتویٰ صادر کرتے ہیں۔؟!

۲: عبدالشکور دیوبندی کے نزدیک نماز کے فرائض چھ ہیں۔ (علم الفقہ ص ۲۰۱، دوسرا نسخہ ص ۲۰۵)

آلِ دیوبند کے شیخ محمد الیاس فیصل کے نزدیک نماز کے فرائض سات ہیں۔ (نماز پیمبر ص ۲۱۲)

الیاس فیصل دیوبندی کے نزدیک نماز کی شرائط و فرائض کی تعداد چودہ ہے۔

(دیکھئے نماز پیمبر ﷺ ص ۲۱۲)

جبکہ آلِ دیوبند کی کتاب ''کتابِ نماز مترجم'' میں یہ تعداد تیرہ ہے۔ (دیکھئے ص ۹۴)

۳: عبدالشکور دیوبندی کے نزدیک غسل کی سنتیں آٹھ (۸) ہیں۔

(دیکھئے علم الفقہ ص ۱۲۴، دوسرا نسخہ ص ۱۲۱)

اور اس کے برعکس کفایت اللہ دہلوی دیوبندی کے نزدیک غسل کی سنتیں پانچ ہیں۔

(دیکھئے تعلیم الاسلام ص ۵۲، دوسرا نسخہ ص ۲۹ حصہ دوم)

۴: عبدالشکور لکھنوی دیوبندی کے نزدیک وضو کے مکروہات (۱۴، مستحبات کا خلاف + ۸) بائیس (۲۲) ہیں۔ (دیکھئے علم الفقہ ص ۹۱، دوسرا نسخہ ص ۸۸)

اور اس کے برعکس کفایت اللہ دہلوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''وضو میں چار چیزیں مکروہ ہیں'' (تعلیم الاسلام ص ۵۰، دوسرا نسخہ ص ۲۶ حصہ دوم)

اور آلِ دیوبند کے ''مفسرِ قرآن'' صوفی عبدالحمید سواتی کے نزدیک مکروہات سات ہیں۔

(دیکھئے نماز مسنون ص ۸۲)

۵: عبدالشکور لکھنوی نے لکھا ہے: ''وضو میں سنت موکدہ پندرہ (۱۵) ہیں''۔

(علم الفقہ ص ۸۸، دوسرا نسخہ ص ۸۴)

البتہ عبدالشکور لکھنوی نے وضو کی سنتوں کو جب شمار کرایا تو ان کی تعداد پندرہ (۱۵) سے بڑھ کر سترہ (۱۷) ہوگئی۔ (دیکھئے علم الفقہ ص ۹۰، دوسرا نسخہ ص ۸۶)

اس کے برعکس ''مفتی'' کفایت اللہ دہلوی نے لکھا ہے: ''وضو میں تیرہ (۱۳) سنتیں ہیں۔'' (تعلیم الاسلام ص ۴۹، دوسرا نسخہ ص ۲۵ حصہ دوم)

۶: عبدالشکور دیوبندی کے نزدیک غسل کے مکروہات (۲۲ وضوء کے مکروہات +۴) چھبیس (۲۶) ہیں۔ (دیکھئے علم الفقہ ص ۱۲۵، ۹۱، دوسرا نسخہ ص ۱۲۲، ۸۸)

اور کفایت اللہ دیوبندی کے نزدیک غسل کے مکروہات تین (۳) ہیں۔

(دیکھئے تعلیم الاسلام ص ۱۰۱، دوسرا نسخہ ص ۵۲ حصہ سوم)

۷: عبدالشکور دیوبندی نے لکھا ہے: ''وضو میں چودہ (۱۴) مستحب ہیں''

(علم الفقہ ص ۹۰، دوسرا نسخہ ص ۸۷)

اس کے برعکس کفایت اللہ دیوبندی نے لکھا ہے: ''وضو میں پانچ چیزیں مستحب ہیں''

(تعلیم الاسلام ص ۵۰، دوسرا نسخہ ص ۲۷ حصہ دوم)

اور صوفی عبدالحمید سواتی دیوبندی کے نزدیک وضو کے مستحبات بارہ ہیں۔

(دیکھئے نماز مسنون ص ۷۹، ۸۱)

۸: عبدالشکور دیوبندی کے نزدیک نماز کے واجبات پندرہ ہیں۔

(دیکھئے علم الفقہ ص۲۶۲ تا ۲۶۳، دوسرا نسخہ ص۲۷۶)

اور کفایت اللہ دیوبندی نے لکھا ہے: ''واجبات نماز چودہ ہیں''۔

(تعلیم الاسلام ص۱۳۹، دوسرا نسخہ ص۱۰۰ حصہ سوم)

اور الیاس فیصل دیوبندی کے نزدیک نماز کے واجبات بارہ ہیں۔ (نماز پیمبر ص۲۱۲۔۲۱۳)

۹: عبدالشکور دیوبندی کے نزدیک نماز کی سنتیں پینتیس (۳۵) ہیں۔

(دیکھئے علم الفقہ ص۲۶۳، دوسرا نسخہ ص۲۷۶۔۲۷۷)

لیکن دوسری طرف کفایت اللہ دیوبندی نے لکھا ہے: ''نماز میں اکیس (۲۱) سنتیں ہیں''

(تعلیم الاسلام ص۱۴۱، دوسرا نسخہ ص۱۰۲ حصہ سوم)

اور الیاس فیصل دیوبندی کے نزدیک نماز کی سنتیں سولہ ہیں۔ (نماز پیمبر ص۲۱۳۔۲۱۴)

خیر محمد جالندھری دیوبندی کے نزدیک نماز کی سنتیں بارہ ہیں۔ (نمازِ حنفی ص۹۲)

۱۰: عبدالشکور دیوبندی کے نزدیک نماز کے مستحبات سات (۷) ہیں۔

(دیکھئے علم الفقہ ص۲۶۴، دوسرا نسخہ ص۲۲۵۔۲۲۶)

لیکن دوسری طرف کفایت اللہ دہلوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''نماز میں پانچ (۵) چیزیں مستحب ہیں'' (تعلیم الاسلام ص۱۴۲، دوسرا نسخہ ص۱۰۴ حصہ سوم)

۱۱: عبدالشکور دیوبندی کے نزدیک نماز کے مکروہات تیئیس (۲۳) ہیں۔

(علم الفقہ ص۲۶۵، دوسرا نسخہ ۲۷۸۔۲۷۹)

لیکن کفایت اللہ دیوبندی کے نزدیک نماز کے مکروہات انتیس (۲۹) ہیں۔

(دیکھئے تعلیم الاسلام ص۱۸۲ تا ۱۸۴، دوسرا نسخہ ص۴۱ تا ۴۳ حصہ چہارم)

صوفی عبدالحمید سواتی کے نزدیک نماز کے مکروہات اڑتالیس (۴۸) ہیں۔

(دیکھئے نمازِ مسنون ص۴۹۱ تا ۵۱۲)

۱۲: عبدالشکور دیوبندی کے نزدیک مفسداتِ نماز پندرہ (۱۵) ہیں۔

(دیکھئے علم الفقہ ص ۲۶۴، دوسرا نسخہ ص ۲۷۸)

لیکن دوسری طرف کفایت اللہ دیوبندی کے نزدیک مفسداتِ نماز اٹھارہ (۱۸) ہیں۔

(دیکھئے تعلیم الاسلام ص ۱۸۱ تا ۱۸۲، دوسرا نسخہ ص ۴۰۔۴۱ حصہ چہارم)

صوفی عبدالحمید سواتی کے نزدیک مفسداتِ نماز پینتیس ہیں۔ (دیکھئے نماز مسنون ص ۴۷۸ تا ۴۹۱)

اور خیر محمد جالندھری کے نزدیک مفسداتِ نماز اٹھائیس ہیں۔ (نمازِ حنفی ص ۹۳)

۱۳: انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے: ''گاؤں دیہات میں جمعہ جائز نہیں ہے''

(حدیث اور اہلحدیث ص ۷۴۸)

آلِ دیوبند کے ''مفتی'' رشید احمد لدھیانوی سے پوچھا گیا:

''شہر سے ایک دو میل پر ایک گاؤں ہے جس کی آبادی سو دو سو آدمیوں کی ہے یہ بستی اپنے نام سے الگ مشہور ہے، اس بستی میں عیدین کی نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ بستی فناء میں شمار ہوگی یا نہیں؟ اور فناء کی حد کتنی دور تک ہے؟''

تو رشید احمد لدھیانوی نے جواب دیا:

''یہ بستی فناء مصر میں داخل نہیں، اس لئے اس میں جمعہ وعید کی نماز جائز نہیں، فناء مصر وہ مقام ہے جو شہر کی ضروریات کے لئے متعین ہو مثلاً قبرستان....'' (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۳۳)

یعنی رشید احمد لدھیانوی کے نزدیک بھی گاؤں میں نمازِ جمعہ جائز نہیں، لیکن دوسری طرف آلِ دیوبند کے مفتی عبدالغفور دیوبندی حیاتی صادق آبادی نے ''دیہات میں جمعہ'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے اور اس میں عبدالغفور دیوبندی نے لکھا ہے: ''ان قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ سے جمعہ کی اہمیت اور فرضیت کا آپ نے بخوبی اندازہ لگا لیا ہوگا اور یہ بھی جان گئے ہوں گے کہ سوائے ان پانچ لوگوں کے جن کا ذکر حدیث میں گزر چکا ہے باقی کسی کو جمعہ معاف نہیں۔ تمام مسلمانوں پر جمعہ فرض ہے چاہے کوئی جہاں کا رہنے والا بھی ہے مگر باوجود اس کے اس نہایت الحاد و بے دینی کے حد درجہ نازک دور میں کچھ لوگ ایسے بھی اٹھے ہیں جو قرآن وحدیث کے صاف اور واضح حکم کو جھٹلا کر نہایت زور وشور سے کہتے ہیں

کہ شہر میں شہریوں پر جمعہ فرض ہے اور دیہات میں دیہاتیوں پر فرض نہیں۔ان کو معاف ہے اگر پڑھیں گے تو ان کی نماز نہ ہوگی۔ان سے پوچھو کہ دیہاتیوں پر جمعہ کیوں فرض نہیں وہ کیوں نہ پڑھیں؟ کیا یہ بیچارے مسلمان نہیں اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے کیا یہ پردہ نشین عورتیں۔لاچار مریض ہیں۔راہ چلتے مسافر ہیں نابالغ بچے ہیں یا زرخریر غلام ہیں۔ذرا بتاؤ تو سہی۔'' (دیہات میں نماز جمعہ ص ۳ تا ۴)

عبدالغفور دیوبندی نے مزید لکھا ہے: ''آجکل کے استاذ حضرات ایسے ان جان اور بے سمجھ مفتیوں کو فتویٰ کی سند جو دے چھوڑتے ہیں دراصل ان سے گویا کہ مذاق کر چھوڑتے ہیں۔مفتی نہیں بنا چھوڑتے۔صحیح معنی میں مفتی وہ ہوتا ہے جو ہر قسم کے علوم پر کلی مہارت رکھتا ہو۔قرآن، تفسیر، حدیث، اصول، تاریخ وغیرہ وغیرہ کے ماہر ہونے کے علاوہ دنیاوی علوم سے بھی آگاہ ہو، زمانہ کے حالات اور لوگوں کے مزاج اور نفسیات سے بھی باخبر ہو۔ضد بغض حسد کینہ عداوت غصہ وغیرہ وغیرہ ایسی گندی روحانی بیماریوں سے بھی مبرا ہو۔کسی بزرگ سے باطنی نسبت بھی رکھتا ہو اور علم معرفت اور راہ طریقت سے بھی کچھ نہ کچھ واقفیت ضرور رکھتا ہو۔مگر آجکل کے عام مفتی کہلانے والے ان تمام چیزوں سے بالکل فارغ ہیں۔مسئلہ پوچھا جو کچھ کسی کتاب میں لکھا دیکھا بمعہ صفحہ وہی کچھ لکھ دیا۔نہ سوچ نہ سمجھ نہ بصیرت نہ معرفت چیڑ چوڑ اللہ اللہ خیر سلا۔لکیر کے فقیر جو ہوئے۔مکمل علوم حاصل کرنے میں برسہا برس لگتے ہیں۔یہ آج کسی درسگاہ میں پہنچے کل مفتی و عالم بن کر لوگوں میں وبال جان بن کر آگئے۔دیوانوں کی طرح ہر کسی سے سرراہ الجھتے اور ہر کسی کے سر ہوئے جاتے ہیں۔ارے بھائی کیا ہوا خیر تو ہے بس جی جائز نہیں ارے کیا جائز نہیں؟ بس جی دیہاتوں میں جمعہ جائز نہیں۔مالیا خولیا توبہ توبہ پائنچے اٹھائے آستینیں چڑھائے گال پھلائے منہ سے جھاگ بہاتے رات دن دیہاتوں میں جمعہ بند کرانے کی فکر میں سرگرداں ہیں۔یوں لگتا ہے کہ دنیا میں سب سے بڑا گناہ ان عقل کے اندھوں نے صرف دیہات میں جمعہ پڑھنا ہی دیکھا ہے۔اگرچہ ان کا یہ طرز عمل حد درجہ احمقانہ ہے مگر کمال یہ ہے کہ ان بے عقلوں کو اپنی بلے میں خود کو

معلوم نہیں ہو رہا سچ کہتے ہیں کہ دیوانے کو اپنی دیوانگی معلوم نہیں ہوتی۔ دراصل اس قسم کے سب چھوٹے بڑے حقیقی حنفیت کو نہیں بلکہ اپنی نظریاتی حنفیت کو لوگوں پر ٹھونسنے اور اسے ترجیح دینے کیلئے پریشاں ہیں۔ ہر خیر و شر سے بے نیاز ہو کر خواہ مخواہ ایک ضروری اسلامی شعار (اسلام کی خاص علامت) کو مٹا کر مسجدوں کو ویران اور مسلمانوں کو بے دین بنا کر اپنی ہٹ دھرمی کی بھینٹ چڑھانا چاہتے ہیں۔'' (دیہات میں نماز جمعہ ص ۵تا۶)

عبدالغفور دیوبندی نے مزید لکھا: ''دوستو! یاد رکھو دیہاتوں میں جمعہ بند کرانا نہ کوئی دین ہے نہ اسلام یہ صرف اسلام کو نقصان پہچانے اور لوگوں کو دین سے دور رکھنے کا ایک عجیب بہانہ ہے۔ اور اس کے ساتھ پاکستان بھر سے دیوبندی جماعت کو مٹانے اور ختم کرنے کا ایک حد درجہ خطرناک منصوبہ ہے۔'' (دیہات میں نماز جمعہ ص ۱۸)

عبدالغفور دیوبندی نے مزید لکھا ہے: ''ایک بہت بڑے چک میں دو مسجدیں تھیں ایک دیوبندیوں کی دوسری بریلوں کی جن میں ساٹھ ستر سال سے جمعہ قائم تھا۔ ایک مولوی صاحب کے کہنے پر دیوبندیوں نے اپنی مسجد میں جمعہ بند کر دیا تو وہاں کے لوگ بریلویوں کے پاس جا کر جمعہ پڑھنے لگے۔ مجھے معلوم ہوا تو میں نے ایک بس لوگوں کی بھری اور وہاں جا کر دوبارہ جمعہ شروع کرایا۔'' (دیہات میں نماز جمعہ ص ۱۸تا۱۹)

اپنے ہی ایک دیوبندی سے الجھتے ہوئے عبدالغفور حیاتی دیوبندی نے ایک اور جگہ لکھا ہے: ''دیہاتوں میں جمعہ پڑھنے سے حنفی المذہب اپنی اصلی حنفیت سے تو بالکل نہیں نکل سکتے۔ وہ ہر حال میں حنفی ہی رہیں گے۔ ہاں البتہ اگر پاکستان کی مردم خیز سرزمین میں جیسے کہ بہت سے نبی مہدی آخر الزماں اور واجب التقلید امام پیدا ہوئے۔ اور ہو رہے ہیں کوئی نیا امام ابوحنیفہ پیدا ہوا ہو تو اور بات ہے مگر یقین جانئے کہ پھر اس نئے پیدا ہونے والے امام ابوحنیفہ کا نبی بھی ہمارا نبی ہرگز نہ ہوگا۔ بلکہ اس کا نبی امریکہ کا سابق صدر مسٹر ریگن ہی ہوگا۔ اور پھر جس کا نبی مسٹر ریگن ہوگا تو وہ ضرور آ کر جمعہ کے بہانے مسجدوں کو ویران اور مسلمانوں کو دین اسلام سے دور رکھنے کی کوشش کریگا۔ اس کے ماننے والے اگر اس کی مرضی

کیخلاف دیہاتوں میں جمعہ پڑھیں گے تو وہ انہیں ضرور اپنی حنفیت سے فوراً نکال باہر کر دیگا۔ پھر وہ لوگ اس کے حنفی نہ رہیں گے مگر یاد رکھو کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلدین کو وہ کسی حال میں بھی ان کی حنفیت سے نکالنے کی قدرت نہ رکھ سکے گا۔ نہ ان کو دیہاتوں میں جمعہ پڑھنے سے روک سکے گا۔ اگرچہ امام ابوحنیفہؒ ہونے کے دعویٰ کے ساتھ ساتھ امام مالک ہونے کا دعویٰ بھی کیوں نہ کرے۔ اور اپنے خودساختہ نبی مسٹر ریگن علیہ ماعلیہ کو مع لاؤلشکر کیوں نہ بلا لائے۔ کوئی عقلمند ذی فہم دانا حنفی اس کے رعب و دبدبہ میں آکر اس کے کہنے پر دیہات میں جمعہ ہرگز ترک نہ کریگا۔ ہاں البتہ بے وقوف پھوہڑ دماغ اور احمقوں کی ضمانت ہم نہیں دے سکتے۔'' (دیہات میں نماز جمعہ ص ۱۷)

تنبیہ: ریگن والی بات کے اشارے کے لئے دیکھئے رشید احمد لدھیانوی دیوبندی کی کتاب انوار الرشید (طبع اول ص ۲۴۵۔ ۲۴۶) اور عبدالغفور دیوبندی کی کتاب: کتاب انوار الرشید میں روح کو مجروح کرنے والے حد درجہ زہریلے تیر (ص ۱ تا ۳۲)

قارئین کرام! آپ نے مذکورہ حوالوں میں دیوبندی نماز کی حقیقت تو ملاحظہ فرمالی ہے، اس کے باوجود امین اوکاڑوی نے کہا: ''امام ابوحنیفہ نے قرآن پاک میں سے۔ سنت میں سے اجماع امت میں سے، اجتہاد کر کے سارے مسئلے ترتیب کے ساتھ لکھ دیئے ہیں۔''

(فتوحات صفدر ۱/۱۲۵، دوسرا نسخہ ۱/۱۰۵)

قارئین کرام! آپ خود فیصلہ کریں، اگر اوکاڑوی کی بات سچ ہے تو دیوبندیوں کی نماز میں اتنا بڑا اختلاف کیسے ہوگیا؟ یا تو مذکورہ دیوبندیوں نے امام ابوحنیفہ کی کتاب کا ترجمہ کرنے میں ہاتھ کی صفائی دکھائی ہے یا پھر اوکاڑوی نے جھوٹ بولا ہے، جبکہ مختلف دیوبندی علماء نے اپنے اپنے اجتہادات سے نماز کے احکام و مسائل بیان کئے ہیں۔ جب ان لوگوں نے فرض، واجب، مستحب، مکروہات اور مفسدات وغیرہ کی تقسیم اپنی مرضی سے کی ہے تو پھر انھیں کیا حق حاصل ہے کہ دوسروں سے یہ سوال کرتے پھریں: بتاؤ نماز میں کتنے فرض ہیں، کتنے واجب ہیں، کتنی سنتیں ہیں، کتنے مستحب ہیں اور کتنے مفسدات ہیں؟ وغیرہ۔

عباس رضوی صاحب جواب دیں!

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الأمین، أما بعد:

عباس رضوی نامی ایک رضاخانی لامذہب نے اہلِ حدیث یعنی اہلِ سنت سے خود ساختہ بارہ سوالات کیے تھے، جنھیں کسی حافظ ولید رانا نے ملتان سے راقم الحروف کے پاس روانہ کیا، تاکہ ان کا جواب لکھا جائے۔

سوالات موصول ہونے کے دوسرے دن (۱۴/ستمبر ۲۰۰۸ء) اہلِ حدیث کے منہج (قرآن، حدیث، اجماع اور اجتہاد) کو مدنظر رکھ کر ان رضاخانی سوالات کا جواب لکھا گیا جو ماہنامہ الحدیث حضرو: ۵۶ (جنوری ۲۰۰۹ء) میں شائع ہوا۔ اس جواب میں راقم الحروف نے رضاخانی سوالات کے جوابات لکھنے کے ساتھ اہلِ حدیث کی طرف سے بارہ (۱۲) سوالات لکھے اور مطالبہ کیا: ''آخر میں عرض ہے کہ بریلویوں کے سوالات مکمل نقل کر کے اُن کے مطابقِ سوالات جوابات لکھے گئے ہیں اور اس مضمون کا صرف وہی جواب قابلِ مسموع ہوگا جس میں سارے مضمون کو نقل کر کے اس کے ہر سوال کے مطابق جواب لکھا جائے۔''

(الحدیث: ۵۶ ص ۴۸)

جب رضاخانیوں کو سانپ سونگھ گیا اور کسی طرف سے کوئی جواب نہ آیا تو مجبوراً ایک اشتہار شائع کرنا پڑا: ''عباس رضوی صاحب کہاں ہیں؟ جواب دیں!''

(الحدیث: ۷۸ ص ۴۹، نومبر ۲۰۱۰ء)

ایک اہم بات: اہلِ حدیث (اہلِ سنت) کے نزدیک قرآن مجید، احادیثِ صحیحہ اور ثابت شدہ اجماع شرعی حجت ہیں۔ احادیث سے اجتہاد کا جواز ثابت ہے لہٰذا اہلِ حدیث کے نزدیک ہر سوال کا جواب ادلۂ ثلاثہ اور اجتہاد سے جائز ہے۔ اجتہاد کی کئی اقسام ہیں

مثلاً: نص پر قیاس، عام دلیل سے استدلال، اولیٰ کو ترجیح، مصالح مرسلہ اور آثارِ سلف صالحین وغیرہ۔ اہلِ حدیث کے اس منہج کو ماہنامہ الحدیث حضرو میں بار بار واضح کر دیا گیا ہے، مثلاً دیکھئے الحدیث نمبر ۱ ص ۴، ۵

اہلِ حدیث کے اس منہج کے مقابلے میں بریلویہ اور دیوبندیہ دونوں کے نزدیک آنکھیں بند کر کے اندھی اور بے دلیل تقلید حجت ہے۔ احمد رضا خان بریلوی نے ایک رسالہ لکھا ہے: ''**اجلی الاعلام ان الفتوی مطلقا علی قول الامام** اس امر کی تحقیقِ عظیم کہ فتویٰ ہمیشہ قولِ امام پر ہے۔'' (دیکھئے فتاویٰ رضویہ طبع جدید ج ۱ ص ۹۵، طبع قدیم ج ۱ ص ۳۸۱)

احمد یار خان نعیمی بدایونی لکھتے ہیں: ''اب ایک فیصلہ کن جواب عرض کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ کہ ہمارے دلائل یہ روایات نہیں۔ ہماری اصل دلیل تو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔ ہم یہ آیت و احادیث مسائل کی تائید کے لئے پیش کرتے ہیں۔ احادیث یا آیات امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیلیں ہیں۔'' (جاء الحق طبع قدیم حصہ دوم ص ۹۱، آٹھواں باب)

معلوم ہوا کہ بریلویوں پر یہ ضروری ہے کہ وہ تمام مسائل میں سب سے پہلے با سند صحیح امام ابو حنیفہ کا قول پیش کریں اور بعد میں با سند صحیح بذریعہ امام ابو حنیفہ: ادلۂ اربعہ سے استدلال پیش کریں اور اگر نہ کر سکیں تو وہ اپنے دعویٔ تقلید میں کاذب ہیں۔

بذریعۂ امام ابو حنیفہ کا مطلب یہ ہے کہ جو حدیث بھی پیش کریں، وہ امام ابو حنیفہ کی سند سے ہو، کیونکہ یہ لوگ یوسفی و شیبانی نہیں بلکہ صرف امام ابو حنیفہ کی تقلید کے دعویدار ہیں اور محدثینِ کرام سے حدیث لینا ان لوگوں کے نزدیک تقلید ہے۔!

اہلِ حدیث اپنے عقیدے اور منہج کے مطابق ادلۂ اربعہ سے بذریعہ محدثینِ کرام اور علمائے حق (سلف صالحین کے فہم کو مدِ نظر رکھتے ہوئے) جواب دینے کے پابند ہیں۔

اب سوال کی مناسبت سے چند تنبیہات پیشِ خدمت ہیں:

۱: صحیح حدیث کی طرح حسن لذاتہ بھی حجت ہے۔

۲: ہر جواب کا صریح ہونا ضروری نہیں بلکہ اگر مقابلے میں خاص دلیل نہ ہو تو عام دلیل

سے بھی استدلال جائز ہے۔

۳: مرفوع حدیث حجتِ دائمہ ہے لیکن موقوف آثار سے بھی استدلال جائز ہے، بشرطیکہ مقابلے میں صریح دلیل نہ ہو۔

۴: غیر محتمل والی شرط فضول ہے، کیونکہ ہر فریق دوسرے کی دلیل میں احتمال ہی احتمال نکال لیتا ہے بلکہ بریلویت و دیوبندیت کی بنیاد ہی احتمالات، تاویلاتِ فاسدہ اور اکابر کی اندھی تقلید پر ہے۔ (دیکھئے الحدیث حضرو: ۵۶ ص ۳۷۔۳۸)

اب ایک رضا خانی لامذہب کی طرف سے ''براہینِ رضوی'' نامی ایک کتاب شائع ہوئی ہے، جس میں بارہ سوالات میں سے صرف سوال نمبر ۸ کا جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے اور باقی گیارہ سوالات کو غالباً گیارھویں کا دودھ سمجھ کر پی لیا گیا ہے اور یہ وضاحت بھی نہیں کی گئی کہ عباس رضوی نے مذکورہ سوالات کے جوابات سے راہِ گریز کیوں اختیار کی؟

رضا خانی نے راقم الحروف اور اہلِ حدیث یعنی اہلِ سنت کو جن رضا خانی گالیوں سے نوازا ہے، اس کی ہلکی سی جھلک درج ذیل ہے:

۱: ''اے نومولود مُفتری!'' (براہینِ رضوی ص ۳)

۲: ''تم اہلِ خبیثوں کی گستاخیوں اور....'' (ص ۴)

۳: ''اے مراقی!'' (ص ۴)

۴: ''تجھ جیسے نابکار، جاہلِ مطلق'' (ص ۶)

۵: ''آپ جناب جیسے جنم جنم کے ڈرپوک گیدڑ'' (ص ۷)

۶: ''اے کذّاب ومُفتری!'' (۹)

۷: ''اے مختل الحواس!'' (ص ۷) وغیر ذلک

نبی کریم ﷺ کی حدیث سے ثابت ہے کہ منافق کی چار نشانیاں ہیں:

((وإذا خاصم فجر .)) اور جب جھگڑا کرے تو بدکلامی کرے اور حد سے تجاوز کرے۔

(صحیح بخاری: ۳۴، غلام رسول سعیدی کی نعمۃ الباری ۱/ ۲۳۵)

چشتی کے لقب سے ملقب رضا خانی لامذہب نے سابقہ اکاذیب وافتراءات کی طرح مزید کذب وافتراء اور بہتان سے بھی کام لیا ہے۔ مثلاً:

۱: ''اے مفرورِ گوجرانوالہ!'' (۳)

۲: ''موقوف تو جناب کے ہاں قابلِ حجت ہی نہیں۔'' (۳۴)

اور منافق کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔

تنبیہ: رضا خانی نے اہلِ حدیث پر اُصول وفروع میں تقلید نہ کرنے کی وجہ سے ''لامذہب'' کا مرکب فٹ کیا ہے، جبکہ احمد یار نعیمی رضا خانی نے لکھا ہے: ''عقائد میں کسی کی تقلید جائز نہیں۔'' (جاء... ج ۱ ص ۱۷، تقلید: دوسرا باب)

اس سے ثابت ہوا کہ رضا خانی فرقے والے عقائد میں ''غیر مقلد'' ہیں، لہٰذا وہ اپنے خود ساختہ اصول ہی سے ''لامذہب'' ہیں۔

گیارہ سوالات سے آنکھیں بند کر کے رضا خانی نے صرف سوال نمبر ۸ کا جو جواب لکھا ہے، اس کا جواب الجواب درج ذیل ہے:

احمد رضا خان بریلوی کا یہ دعویٰ ہے کہ شمالی ہوا نے اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں مانا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بانجھ کر دیا۔ (دیکھئے ملفوظات حصہ ۴ ص ۴۱۹ مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور)

رضا خانی دشنام طراز نے اپنے گالی نامے میں اس کی کوئی دلیل قرآن، حدیث یا اجماع سے پیش نہیں کی، بلکہ چند تابعین کے اقوال اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک موقوف روایت دو سندوں سے پیش کی ہے:

۱: ایک سند میں امام حفص بن غیاث ثقہ ہونے کے ساتھ مدلس بھی تھے۔

(دیکھئے طبقات ابن سعد ۶/ ۳۹۰، کتاب العلل ومعرفۃ الرجال ۲/ ۱۸۵، فقرہ: ۱۹۴۱)

عباس رضوی نے ایک روایت پر جرح کرتے ہوئے لکھا ہے: ''اس روایت میں ایک راوی امام اعمش ہیں جو کہ اگرچہ بہت بڑے امام ہیں لیکن مدلس ہیں اور مدلس راوی جب عن سے روایت کرے تو اس کی روایت بالاتفاق مردود ہوگی۔'' (واللہ آپ زندہ ہیں ص ۳۵۱)

مذکورہ روایت بھی عن سے ہے، لہٰذا رضا خانی اصول کے مطابق بالاتفاق مردود ہے۔

۲: دوسری سند میں عدی بن الفضل التیمی البصری متروک ہے۔ دیکھئے کتاب الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم (۷/۴ت ۱۱) کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی (۴۴۰) سوالات البرقانی (۴۰۰) کتاب المعرفۃ والتاریخ (۱۲۲/۲) اور تقریب التہذیب (۴۵۴۵)

حافظ ذہبی نے اسے ہالک اور ساقط کہا۔ (تلخیص المستدرک ۳/ ۵۸۷ ح ۶۴۸۱، ۴/ ۳۱۱ ح ۷۸۶۳)

مطالبہ یہ تھا کہ ''کون سی صحیح حدیث میں لکھا ہوا ہے؟'' لیکن رضا خانی لامذہب نے صحیح حدیث کے بجائے مردود اور متروک سندوں سے مروی ایک موقوف روایت پیش کر دی۔!

تنبیہ: اقتدار احمد نعیمی بریلوی نے لکھا ہے: ''اور ضعیف روایت پر اعتماد نہیں ہوتا۔ نہ اُن سے دلیل پکڑنی جائز ہے۔'' (العطایا الاحمدیہ ۲/ ۱۳۶)

احمد رضا خان بریلوی نے ایک حدیث کے بارے میں کہا:

''اقول یہ حدیث بھی لائقِ احتجاج نہیں۔

اولاً اس کی سند ضعیف ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ ۲۲/ ۲۷۹)

رہے عکرمہ وغیرہ تابعین سے مروی اقوال یعنی مقطوع روایات، تو عرض ہے کہ احمد رضا خان بریلوی نے کہا: ''ہم حنفی ہیں نہ کہ یوسفی یا شیبانی'' (ملفوظات حصہ دوم ص ۱۴۴)

جب یوسفی و شیبانی نہیں تو ''عکرمی'' کب سے ہو گئے؟!

شمالی ہوا کے حکمِ الٰہی سے انکار کرنے کی دلیل پر آلِ بریلی درج ذیل دلائل پیش کر سکتے ہیں:

۱: قرآن مجید

۲: صحیح حدیث

۳: اجماع

۴: امام ابوحنیفہ کا اجتہاد

جبکہ ان لوگوں کے پاس ان چاروں میں سے ایک دلیل بھی نہیں، لہٰذا عکرمہ وغیرہ تابعین کے اقوال کی بنیاد پر یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ شمالی ہوا نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انکار کر دیا تھا۔!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إن الريح من روح الله تأتي بالرحمة و تأتي بالعذاب فلا تسبوها و سلوا الله من خيرها و استعيذوا بالله من شرها)) بے شک ہوا اللہ کی رحمت سے ہے، رحمت لاتی ہے اور عذاب لاتی ہے، پس اسے بُرا نہ کہو اور اللہ سے اس کی خیر طلب کرو اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو۔ (صحیح ابن حبان، الاحسان: ۵۷۰۲ دوسرا نسخہ: ۵۷۳۲ وسندہ صحیح، ورواہ ابو داود: ۵۰۹۷، وابن ماجہ: ۳۷۲۷ وصححہ الحاکم ۴/۲۸۵ ووافقہ الذہبی، وانظر المشکوۃ: ۱۵۱۶)

ہوا کو بھیجنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اسی نے اسے مسخر کیا ہوا ہے۔

مثلاً دیکھئے سورۃ الذاریات (۴۱) اور سورۃ الحاقہ (۷)

کیا ہوا بھی مکلّف ہے جو اسے قوتِ اختیاری عطا کی گئی ہے؟

نبی کریم ﷺ کی حدیث مذکور اور قرآن کے مقابلے میں کسی تابعی کے قول کی کیا حیثیت ہے؟ جبکہ غلام رسول سعیدی بریلوی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک موقوف روایت کے بارے میں لکھا ہے:

''اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس کی انفرادی رائے ہے، جو رسول اللہ ﷺ کی صریح ممانعت کے مقابلہ میں حجت نہیں ہے۔'' (نعمۃ الباری ۱/۸۰۰)

عرض ہے کہ جب آلِ بریلی کے نزدیک سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی موقوف روایت حجت نہیں تو عکرمہ وغیرہ تابعین کے اقوال، جن کے بارے میں امکان ہے کہ اہلِ کتاب یعنی اسرائیلیات وغیرہ سے ماخوذ ہوں، کس طرح قرآن وحدیث کے مقابلے میں حجت ہو سکتے ہیں؟ اور یوسفی وشیبانی نہ کہلانے والا شخص (جو اپنے آپ کو حنفی سمجھتا ہے) کس طرح ان سے استدلال کر سکتا ہے؟

اقتدار احمد نعیمی بریلوی نے لکھا ہے: ''فقط ابن عباس کا ذاتی قول معتبر و قابل قبول نہیں ہے عقیدت میں تو مانا جاسکتا ہے مگر حقیقت میں نہیں'' (العطایا الاحمدیہ ۳/۳۳۸)

جب رضا خانیوں کے نزدیک صحابی کا قول حجت نہیں، معتبر و قابلِ قبول نہیں اور عقائد میں خبر واحد حجت نہیں تو وہ کس منہ سے عکرمہ وغیرہ تابعین کے اقوال کو حجت اور قابلِ قبول بنانے میں مگن ہیں؟!

سوال نمبر ۸ میں ''صحیح حدیث'' کا مطالبہ تھا، لہٰذا کچھ ہمت کریں اور نبی کریم ﷺ کی کوئی صحیح حدیث (چاہے خبر واحد ہو) پیش کریں، ورنہ جس طرح سماک بن حرب کے بارے میں مدلس لکھنا اپنی خطا و غلطی تسلیم کرلیا ہے۔ (دیکھئے براہین رضوی ص ۵۲)

اسی طرح شمالی ہوا کے بارے میں بھی مذکورہ عبارت کا خطا و غلطی ہونا تسلیم کریں۔!

عباس رضوی کے بارہ سوالات مکمل نقل کرنے کے ساتھ ان کے جوابات اہلِ حدیث منہج کے سو فیصد مطابق لکھے گئے تھے اور ہر جواب کے ساتھ ایک سوال کیا گیا تھا، اس حساب سے اہلِ حدیث کے بارہ جوابی سوالات تھے جو کہ درج ذیل ہیں:

اہلِ حدیث کا سوال نمبر۱: قنوتِ وتر کے بارے میں احمد رضا خان بریلوی نے لکھا ہے: ''جو شخص قنوت بھول کر رکوع میں چلا جائے تو اُسے جائز نہیں کہ پھر قنوت کی طرف پلٹے بلکہ حکم ہے کہ نماز ختم کرکے اخیر میں سجدہ سہو کرے'' الخ (فتاویٰ رضویہ طبع جدید ج ۸ ص ۲۱۹)

یہ حکم کہ قنوت بھولنے والا سجدۂ سہو کرے گا، کس حدیث یا دلیل سے ثابت ہے؟ باسند صحیح بذریعہ امام ابوحنیفہ ثابت کریں۔!

تنبیہ: بریلویہ اور دیوبندیہ سے اہلِ حدیث کا اختلاف ایمان و عقائد میں ہے، لیکن فی الحال پہلے سوال کے جواب میں ویسا ہی سوال پیشِ خدمت ہے، جیسا سوال اہلِ حدیث سے کیا گیا ہے۔

اہلِ حدیث کا سوال نمبر۲: ہماری ذکر کردہ مرفوع حدیث اور اثرِ صحابی کے مقابلے میں بریلوی و دیوبندی حضرات نمازِ جنازہ کی ساری تکبیرات پر رفع یدین نہیں کرتے۔ اس عمل کی

آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ بذریعہ امام ابوحنیفہ پیش کریں۔!

اہلِ حدیث کا سوال نمبر۳: محمد امجد علی بریلوی جنازے کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اگر ایک ولی نے نماز پڑھا دی تو دوسرے اولیا اعادہ نہیں کر سکتے''

(بہارِ شریعت حصہ چہارم ص ۸۵)

معلوم ہوا کہ بریلویوں کے نزدیک اگر ولی نمازِ جنازہ پڑھ لے تو دوبارہ (نمازِ جنازہ) نہیں ہو سکتی۔ نیز دیکھئے فتاویٰ رضویہ (ج ۹ ص ۲۶۹)

احمد رضا خان بریلوی نے لکھا ہے: ''جبکہ آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ نماز غائب و تکرارِ نمازِ جنازہ دونوں ہمارے مذہب میں ناجائز ہیں اور ہر ناجائز گناہ ہے اور گناہ میں کسی کا اتباع نہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۳۶۷)

بذریعہ امام ابوحنیفہ وہ دلیل پیش کریں جس میں نبی کریم ﷺ نے دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھنے کو ناجائز اور گناہ قرار دیا ہے یا نمازِ جنازہ کی تکرار سے منع فرمایا ہے۔

اہلِ حدیث کا سوال نمبر۴: بریلویوں اور دیوبندیوں کی معتبر کتاب فتاویٰ شامی میں لکھا ہوا ہے کہ ''من صلّی و في کمه جرو تجوز صلاته وقیده الفقیه أبو جعفر الهندواني بکونه مشدود الفم'' جو شخص نماز پڑھے اور اس کی آستین میں (کُتے کا) پلا ہو، اس کی نماز جائز ہے اور فقیہ ابوجعفر الہندوانی نے یہ شرط لگائی ہے کہ اُس کا منہ بندھا ہوا ہونا چاہئے۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۱۵۳ مطبوعہ: مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ، پاکستان)

بذریعہ امام ابوحنیفہ وہ دلیل پیش کریں جس سے کتا اُٹھا کر نماز پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

نیز یہ کہ بریلوی فقہ کے اس مسئلے پر کیا عباس رضوی یا کسی بریلوی نے کبھی عمل کیا ہے؟

تنبیہ: اہلِ حدیث کے خلاف وحید الزمان، نور الحسن اور نواب صدیق حسن خان کے حوالے پیش کرنا غلط ہے، کیونکہ ہم ان حوالوں سے بری ہیں اور یہ حوالے ہمارے مفتیٰ بہا نہیں ہیں۔ جب ہم آلِ تقلید کے خلاف صرف ان کے مفتیٰ بہا اقوال پیش کرنے کے پابند

ہیں تو وہ ہمارے خلاف کیوں غیر مفتیٰ بہا اقوال پیش کرتے ہیں۔؟!

اہلِ حدیث کا سوال نمبر ۵: بریلویوں و دیوبندیوں کی تسلیم شدہ معتبر کتاب فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہوا ہے کہ "ولو ترك وضع اليدين والركبتين جازت صلاته بالاجماع" اوراگر (سجدے میں) دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے (زمین پر) نہ رکھے تو بالاجماع نماز جائز ہے۔ (ج ۱ ص ۷۰)

اجماع کا دعویٰ تو باطل ہے، تاہم عرض ہے کہ اس مسئلے کا ثبوت بذریعہ امام ابوحنیفہ اپنی تسلیم شدہ دلیل سے پیش کریں اور کیا اس مسئلے پر آپ لوگوں میں سے کسی نے کبھی عمل بھی کیا ہے؟

اہلِ حدیث کا سوال نمبر ۶: احمد رضا خان بریلوی نے لکھا ہے:

"مسجد میں اذان دینی مسجد و دربارِ الٰہی کی گستاخی و بے ادبی ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ طبع قدیم ج ۲ ص ۴۱۴، طبع جدید ج ۵ ص ۴۱۱)

اس بات کا ثبوت ادلۂ اربعہ میں سے بذریعہ امام ابوحنیفہ پیش کریں کہ مسجد میں اذان دینی دربارِ الٰہی اور مسجد دونوں کی گستاخی ہے اور یہ بھی بتائیں کہ دربارِ الٰہی اور مسجد کی گستاخی کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

یاد رہے کہ بریلویوں کی اکثریت مسجدوں میں اذان دیتی ہے اور اس طرح وہ احمد رضا خان کے نزدیک مسجد اور دربارِ الٰہی کی گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

اہلِ حدیث کا سوال نمبر ۷: بریلویوں کی معتبر کتاب فتاویٰ شامی میں امامت کی شرطوں کے سلسلے میں لکھا ہوا ہے کہ "ثم الأحسن زوجة" پھر وہ (امام بنے) جس کی بیوی سب سے زیادہ خوبصورت ہو۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۴۱۲)

بذریعہ امام ابوحنیفہ وہ صحیح حدیث پیش کریں جس میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے۔

اہلِ حدیث کا سوال نمبر ۸: نماز کے سوالات سے ہٹ کر عرض ہے کہ احمد رضا خان نے کہا: "غزوہ احزاب کا واقعہ ہے۔ رب عزوجل نے مدد فرمانی چاہی اپنے حبیب کی شمالی ہوا کو حکم ہوا جا اور کافروں کو نیست و نابود کردے۔ اس نے کہا الحلائل لا يخرجن بالليل

بیبیاں رات کو باہر نہیں نکلتیں فاعقمها الله تعالیٰ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بانجھ کر دیا۔ اسی وجہ سے شمالی ہوا سے کبھی پانی نہیں برستا"

(ملفوظات حصہ ۴ ص ۴۱۹ مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی، ۳۸۔ اردو بازار لاہور)

ہوا کا اللہ کے حکم سے انکار کر دینا کون سی صحیح حدیث میں لکھا ہوا ہے؟

باحوالہ اور صحیح سند جواب دیں اور یہ مسئلہ بھی سمجھا دیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ہَوا کو حکم دے تو ہَوا اُس پر عمل کرنے سے انکار کر دیتی ہے۔ کن فیکون کا کیا مطلب ہے؟

اہلِ حدیث کا سوال نمبر ۹: بریلویوں کی معتبر کتاب فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہوا ہے کہ

"ویجوز بیع لحوم السباع والحمر المذبوحة فی الروایة الصحیحة"

اور صحیح روایت میں درندوں اور ذبح شدہ گدھوں کا گوشت بیچنا جائز ہے۔

(الفتاویٰ الہندیہ ج ۳ ص ۱۱۵)

اپنے اس صحیح روایت والے فتوے کا ثبوت قرآن و حدیث و ادلۂ شرعیہ سے بذریعہ امام ابوحنیفہ پیش کریں اور کیا عباس رضوی نے اپنی اس صحیح روایت پر بذاتِ خود بھی کبھی عمل کیا ہے؟

اہلِ حدیث کا سوال نمبر ۱۰: حدیث میں آیا ہے کہ (سیدنا) عقبہ بن عامر (رضی اللہ عنہ / صحابی) نے فرمایا: نماز میں جو شخص اشارہ کرتا ہے، اسے ہر اشارے کے بدلے ایک نیکی یا ایک درجہ ملتا ہے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ۱۷/۲۹۷ ح ۸۱۹ وسندہ حسن، وحسنہ الہیثمی فی مجمع الزوائد ۲/۱۰۳)

اس اشارے سے مراد رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین ہے۔

دیکھئے معرفۃ السنن والآثار للبیہقی (قلمی ج ۱ ص ۲۲۵ وسندہ صحیح الی الامام اسحاق بن راہویہ)

یاد رہے کہ یہ حدیث حکماً مرفوع ہے اور صراحتاً مرفوع بھی مروی ہے۔

دیکھئے السلسلۃ الصحیحہ للالبانی (۷/۸۴۸ ح ۳۲۸۶ بحوالہ الفوائد لابی عثمان البحیری ۲/۳۹)

کیا کسی حدیث میں رفع یدین نہ کرنے پر بھی کسی نیکی کا کوئی ثبوت ملتا ہے؟ صحیح یا حسن حدیث بذریعہ امام ابوحنیفہ پیش کریں۔!

اہلِ حدیث کا سوال نمبر ۱۱: احمد رضا خان بریلوی نے لکھا ہے: ''دلھن کو بیاہ کر لائیں تو مستحب ہے کہ اس کے پاؤں دھو کر مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکیں اس سے برکت ہوتی ہے یہ پانی بھی قابلِ وضو رہنا چاہئے اگر دلھن باوضو یا نابالغہ تھی کہ یہ اس کا سابق از قبیل اعمال ہیں نہ از نوع عبادات اگرچہ نیت اتباع انہیں قربت کر دے واللہ تعالیٰ اعلم''

(فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۵۹۵ فقرہ نمبر ۱۵۶)

قرآن و حدیث کی وہ دلیل بذریعہ امام ابوحنیفہ پیش کریں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ دلہن کو بیاہ کر لانے کے بعد اس کے پاؤں دھو کر مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکنے سے برکت ہوتی ہے اور یہ مستحب ہے۔

اہلِ حدیث کا سوال نمبر ۱۲: بذریعہ امام ابوحنیفہ وہ صحیح یا حسن حدیث پیش کریں، جس میں یہ لکھا ہوا ہو کہ امام کے پیچھے، مقتدیوں کو ایک دوسرے کے قدم سے قدم اور کندھے سے کندھے نہیں ملانے چاہئیں۔

سوالات و جوابات اور جوابی سوالات کا سلسلہ اختتام پذیر ہوا۔ آخر میں عرض ہے کہ بریلویوں کے سوالات مکمل نقل کر کے اُن کے مطابق سوالات جوابات لکھے گئے ہیں اور اس مضمون کا صرف وہی جواب قابلِ مسموع ہو گا جس میں سارے مضمون کو نقل کر کے اس کے ہر سوال کے مطابق جواب لکھا جائے۔

یاد رہے کہ راقم الحروف نے آلِ دیوبند کے سوالات کے جوابات مع جوابی سوالات لکھے تھے جن کا جواب آج تک نہیں آیا، دیوبندیوں کو تو سانپ سونگھ گیا ہے اور بریلویوں کے بارے میں معلوم نہیں انھیں کیا چیز سونگھے گی۔ واللہ اعلم

ان سوالات کے جوابات کا قرض رضا خانیوں کے ذمہ واجب الاداء ہے۔

آخر میں اہلِ حدیث کے جوابات پر بعض البریلویہ کے معارضات کا مختصر و مدلل رد پیشِ خدمت ہے:

۱) بعض الناس نے قنوتِ نازلہ والی حدیث کے بارے میں لکھا ہے: ''لیکن ساتھ ہی

اس کا منسوخ ہونا حکم ربانی اور اس کا ترک کر دینا سنتِ رسول اللہ ﷺ ہے۔"

عرض ہے کہ قنوتِ نازلہ ہمیشہ کے لئے منسوخ یا متروک نہیں ہوا، بلکہ رسول اللہ ﷺ جن کفار اور قبائل کا نام لے کر ایک مہینہ قنوت پڑھتے رہے، اس سے منع کر دیا گیا جیسا کہ علامہ نووی نے لکھا ہے: "یعنی الدعاء علی هذه القبائل" یعنی ان قبائل پر بددعا کو آپ نے ترک کر دیا۔ (شرح صحیح مسلم للنووی ۵/۱۷۸ تحت ح ۶۷۵)

امام بیہقی نے آثارِ صحابہ وغیرہ سے استدلال کیا اور فرمایا:

"إنما ترك الدعاء لقوم أو على قوم آخرين بأسمائهم أو قبائلهم"

آپ نے تو ایک قوم کے لئے دعا یا (اسلام نہ لانے والی) ایک قوم پر ان کے نام یا قبائل کے نام لے کر بددعا فرمانا ترک کر دیا تھا۔ (السنن الکبریٰ ۲/۲۰۱)

نیز دیکھئے ابو بکر الحازمی کی مشہور کتاب: الاعتبار فی بیان الناسخ والمنسوخ من الآثار (ص ۹۷)

اگر کوئی پوچھے کہ آپ ﷺ کو ان لوگوں اور قبائل کا نام لے کر بددعا کرنے سے کیوں منع کیا گیا تھا؟ تو اس کا جواب فخر الدین رازی سے بحوالہ غلام رسول سعیدی پیشِ خدمت ہے: "بعض علماء نے کہا اس میں حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ مقرر تھا کہ ان میں سے بعض کفار توبہ کریں گے اور بعض نے اگر خود توبہ نہ کی تو ان کے ہاں مسلمان صالح اولاد پیدا ہوگی..." (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۴۹، شرح صحیح مسلم للسعیدی ۲/۳۳۰)

شرنبلالی حنفی نے مصیبت کے وقت قنوتِ نازلہ کے بارے میں کہا:

"فتكون مشروعيته مستمرة .... وهو مذهبنا و عليه الجمهور"

پس اس کا مشروع (جائز) ہونا دائمی ہے... ہمارا اور جمہور کا یہی مذہب ہے۔

(مراقی الفلاح ص ۸۷، دوسرا نسخہ ص ۲۰۷)

شرنبلالی نے طحاوی حنفی سے بھی مصیبت اور فتنے کے وقت قنوتِ نازلہ کا جائز ہونا نقل کیا ہے اور مرتضیٰ زبیدی حنفی نے کہا: "بل هو أمر مستمر" بلکہ وہ (قنوتِ نازلہ

مصیبت اور بعض اوقات میں) مشروع (جائز وشرعی) ہے، جاری وساری ہے۔

(عقود الجواہر المنیفہ ۱/۸۶)

محمد امجد علی رضوی بریلوی نے بحوالہ درمختار وشرنبلانی لکھا ہے:

''وتر کے سوا اور کسی نماز میں قنوت نہ پڑھے ہاں اگر حادثہ عظیمہ واقع ہو تو فجر میں بھی پڑھ سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ رکوع کے قبل قنوت پڑھے۔'' (بہار شریعت حصہ چہارم ص ۷)

قنوتِ نازلہ کے بارے میں احمد رضا خان بریلوی نے کہا:

''طریقہ اس کا یہ ہے کہ دوسری رکعت میں الحمد وسورۃ کے بعد اللہ اکبر کہہ کر امام دعائے قنوت پڑھے اور مقتدی آہستہ آہستہ دعا مانگیں۔ یا آمین کہیں۔'' (ملفوظات حصہ دوم ص ۲۱۵)

ثابت ہوا کہ یہ کہنا: ''قنوتِ نازلہ ہمیشہ کے لئے منسوخ ومتروک ہوگیا تھا۔'' غلط ہے، لہٰذا قنوتِ نازلہ ہمیشہ کے لئے منسوخ نہیں اور جب منسوخ نہیں تو پھر حدیثِ مذکور میں دعا کی طرح ہاتھ اٹھانے کے جواز پر استدلال بالکل صحیح ہے۔

مشہور ثقہ تابعی امام ابو قلابہ الجرمی الشامی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۴ھ) قنوت میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔ (دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۲۱۱ وسندہ حسن)

ایک لامذہب نے امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ کے عمل کے بارے میں لکھا ہے: ''کیا یہ بات یعنی دونوں آئمہ کا فعل آپ کے نزدیک حجت ہے؟۔''

عرض ہے کہ یہ عمل مذکورہ حدیث (صحیح ابی عوانہ اور الحدیث حضرو: ۵۶ ص ۳۹) کے موافق ہے، لہٰذا جواز ثابت کرنے کے لئے کافی اور نومولود فرقہ رضا خانیہ پر ہمیشہ کے لئے حجتِ قاطعہ ہے۔

کیا کسی رضا خانی میں یہ جرأت ہے کہ اہلِ سنت کے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے عمل کو بدعت، ناجائز یا حرام قرار دے؟ کیا زمانۂ خیر القرون میں کسی ایک سنی عالم نے ابو قلابہ، امام احمد اور امام اسحاق وغیرہم کا مسئلۂ مذکورہ میں رد کیا ہے؟ حوالہ پیش کریں۔!

۲) سنن دارقطنی والی روایت موقوفاً اور مرفوعاً دونوں طرح مروی ہے اور دونوں سندوں

سے صحیح ہے، نیز" وزيادة الثقة مقبولة " کی عبارت میں امام دارقطنی کے موقوف کو" وھو الصواب " قرار دینے کا ہماری طرف سے کافی وشافی جواب ہے۔

محمد شریف کوٹلوی بریلوی نے ایک حدیث کے بارے میں علانیہ لکھا ہے: " جب ثقہ کسی حدیث کو مرفوع کرے تو وقف کرنے والے کا وقف مضر نہیں ہوتا۔ تو ظاہر ہو گیا کہ ان دونوں حدیثوں میں رفع ہی صواب ہے نہ وقف جیسے دارقطنی نے سمجھا۔" (فقہ الفقیہ ص ۲۵۵)

عرض ہے کہ ہماری پیش کردہ روایت میں عمر بن شبہ ثقہ ہیں اور ان تک سند بالکل صحیح ہے، لہٰذا زيادة الثقة مقبولة کے اصول سے مرفوع اور موقوف دونوں صحیح ہیں، نیز موقوف روایت بھی فرقہ رضا خانیہ پر حجت قاطعہ ودائمہ ہے۔

مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کے زیرِ شمولیت اجلاس (۱۳۲۲ھ، ۱۹۰۴ء) میں طویل بحث ومباحثہ کے بعد درج ذیل عبارت قرار دی گئی:

" اہلِ حدیث وہ ہے جو اپنا دستور العمل والاستدلال احادیث صحیحہ اور آثار سلفیہ کو بناوے "

(تاریخ اہل حدیث ج ۱ ص ۱۵۱)

اور مولانا بٹالوی رحمہ اللہ نے فرمایا:

" اس معیار کے دوسرے درجہ پر جہاں صحیح حدیث نبوی نہ پائی جاتی ہو، دوسرا معیار سلفیہ آثار صحابہ کبار وتابعین ابرار ومحدثین اخیار ہیں" (تاریخ اہلِ حدیث ۱/۱۵۷)

۴) رسول اللہ ﷺ نے شہدائے احد کی نماز جنازہ آٹھ سال کے بعد (بھی) پڑھی تھی، جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت ہے اور کسی صحیح حدیث میں اُحد جا کر یہ نماز پڑھنا (جو نماز حدیثِ نبوی میں مذکور ہے) ثابت نہیں، لہٰذا چودھویں صدی میں نومولود فرقے کے رضا خانی کا اعتراض مردود ہے۔

امام بخاری نے اس حدیث پر "باب الصلوة على الشهيد " باندھ کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس حدیث سے شہید کا جنازہ پڑھنا ثابت ہے (ح ۱۳۴۴) اور "صلاته على الميت " کے الفاظ سے نمازِ جنازہ کا واضح ثبوت ملتا ہے نہ کہ صرف بریلویوں کی مروّجہ دعا کا؟

اور "ثم انصرف إلی المنبر" میں غائبانہ جنازے کی طرف اشارہ ہے، کیونکہ منبر تو مسجد میں ہوتا ہے اور اُحد میں منبر کے وجود کے لئے اس حدیث کی کسی سند میں (ہمارے علم کے مطابق) کوئی صریح دلیل موجود نہیں ہے۔

عینی حنفی نے اس حدیث (حدیثِ بخاری: ۱۳۴۴) سے نمازِ جنازہ مراد لی اور اُن لوگوں کا رد کیا جو اس سے صرف دعا مراد لیتے ہیں۔ (دیکھئے عمدۃ القاری ۱۵۶/۸)

بلکہ عینی نے صرف دعا مراد لینے والوں کے بارے میں فرمایا:

"و هذا لیس بانصاف" اور یہ انصاف نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری ۱۵۶/۸)

امام بخاری کے استدلال اور عینی وغیرہ کی موافقت کے بعد عراقی وغیرہ علماء کے اقوال سے استدلال صحیح نہیں اور جو لوگ صرف حنفیت کے دعویدار ہیں، یوسفی یا شیبانی نہیں، ان کے لئے یہ استدلال جائز ہی نہیں، ورنہ انھیں چاہئے کہ رضا خانیت چھوڑ کر نووی، عسقلانی اور عراقی وغیرہم کی تقلید کرنے کا اعلان شائع کرادیں۔!

۴) ایک رضا خانی لامذہب نے لکھا ہے: "نمازِ جنازہ سراً پڑھنا ہی سنت ہے، جہراً نہ آپ ﷺ نے پڑھا اور نہ ہی..."

عرض ہے کہ طلحہ بن عبداللہ بن عوف (ثقہ طابعی) نے فرمایا: "صلیت خلف ابن عباس علی جنازۃ فقرأ بفاتحۃ الکتاب و سورۃ وجھر حتی أسمعنا ... فقال : سنۃ و حق" میں نے ابن عباس (رضی اللہ عنہ) کے پیچھے ایک جنازے پر نماز پڑھی تو انھوں نے سورۂ فاتحہ اور ایک سورت جہراً پڑھی، حتیٰ کہ ہمیں سنائی... پس فرمایا: یہ سنت اور حق ہے۔ (سنن نسائی ج ۱ ص ۲۸۱ ح ۱۹۸۹، وسندہ صحیح/ ترقیم تعلیقات سلفیہ)

جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ تو جہری نمازِ جنازہ کو سنت کہتے تھے، جبکہ لامذہب رضا خانی نے اپنی کتاب (براہینِ رضوی یعنی گالی نامے) کی عبارتِ مذکورہ میں اس حدیث کی مخالفت کر رکھی ہے، نیز "سمعت" یعنی میں نے سنا، سے بھی دعاؤں کا جہری ہونا ثابت ہے۔ یاد رہے کہ سمعت ، فھمت اور حفظت میں کوئی تعارض نہیں، کیونکہ سنی، سمجھی اور

یاد کرلی، لہٰذا یہاں بعض علماء کا بعید تاویل کرنا بے دلیل اور محلِ نظر ہے۔

بعض حنفی علماء نے لکھا ہے کہ ''یہاں جہراً پڑھنا محض تعلیم کے لئے تھا۔''

معلوم ہوا کہ حنفیہ کے نزدیک نمازِ جنازہ میں جہراً دعا کرنا بطورِ تعلیم ثابت ہے، لہٰذا آج کل بھی کوئی اگر بطورِ تعلیم جہری دعا پڑھتا ہے تو جائز ہے۔

قنوتِ نازلہ میں دعائے قنوت پر لوگوں کا آمین کہنا ثابت ہے۔ (دیکھئے الحدیث: ۵۶ ص ۴۱)

اور اس سے استدلال کر کے قنوتِ وتر میں آمین کہنا بھی جائز ہے، کیونکہ اس کے مقابلے میں کوئی صریح دلیل نہیں ہے۔

جب مقابلے میں خاص دلیل نہ ہو تو عام دلیل سے استدلال کرنا یا دو ایک دوسرے سے مشابہ دلائل سے استنباط کرنا بالکل جائز ہے۔

یاد رہے کہ قنوتِ نازلہ منسوخ نہیں ہوا، جیسا کہ بریلوی سوال نمبر ۱ کے جواب پر رضا خانی اعتراض کے جواب میں بیان کر دیا گیا ہے۔ والحمدللہ

رضا خانی کا ''سندہ حسن'' کو ''کوئی بھی صحیح نہیں ہے'' کہنا اُصولِ حدیث کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

مشہور مفسر اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے الحسن کے بارے میں لکھا ہے: ''**وھو فی الإحتجاج بہ کالصحیح عند الجمھور**'' اور وہ جمہور کے نزدیک حجت ہونے میں صحیح کی طرح ہے۔ (اختصار علوم الحدیث ص ۳۵)

صحیح لذاتہ اور حسن لذاتہ دونوں حجت ہیں، لہٰذا یہاں ''کوئی بھی صحیح نہیں ہے'' کہنا غلط ہے۔

غور کریں! کہ خود تو متروک اور مدلس راویوں کی سند سے مروی اقوال پیش کرتے ہیں اور اہلِ حدیث کی طرف سے حسن لذاتہ (یعنی صحیح حدیث) کے بارے میں کہتے ہیں:

''کوئی بھی صحیح نہیں ہے''!

کیا رضا خانیوں کے نومولود ترازو میں روایات کو اسی طرح تولا جاتا ہے؟!

۵) رسول اللہ ﷺ سے قنوتِ نازلہ میں اونچی دعائیں پڑھنا اور صحابۂ کرام کا آپ کے

پیچھے آمین آمین کہنا ثابت ہے جیسا کہ سنن ابی داود کی حدیث میں آیا ہے۔

(دیکھئے الحدیث: ۵۶ ص ۴۲)

قنوتِ نازلہ پر قیاس کر کے قنوتِ وتر میں اونچی دعائیں پڑھنا اس حدیث سے ثابت ہے اور اس کے خلاف کوئی صریح دلیل نہیں، لہٰذا المذہب بریلوی کا واویلا مردود ہے۔

۶) ذراع سے مراد بعض ذراع نہیں بلکہ پوری ذراع ہے، جس کی صراحت کف، رسغ اور ساعد والی حدیث سے بھی ہوتی ہے، لہٰذا رضا خانی اعتراض باطل ہے۔

رضا خانی نے پوچھا ہے: ''کیا نماز میں کبھی دائیں اور بائیں طرف پھرا جاتا ہے؟''

عرض ہے کہ نماز ختم ہونے اور سلام پھیرنے کے بعد دائیں اور بائیں طرف پھرا جاتا ہے اور اس حدیث کا یہی مطلب ہے۔ دیکھئے سنن ترمذی (باب ماجاء فی الانصراف عن یمینہ وعن یسارہ ح ۳۰۱) سنن ابی داود (باب کیف الانصراف من الصلاۃ ح ۱۰۴۱) اور سنن ابن ماجہ (باب الانصراف من الصلوۃ ح ۹۲۹)

سفیان ثوری کی بیان کردہ اس روایت میں ''**مرةً عن یمینه و مرةً عن شماله**'' یعنی ایک دفعہ (نماز کے بعد) دائیں طرف اور دوسری دفعہ بائیں طرف مڑتے تھے۔

(مسند احمد ۵/۲۲۷ ح ۲۱۹۸۱)

سنن ابن ماجہ میں درج ذیل الفاظ فیصلہ کن ہیں:

''**أمّنا النبي ﷺ فكان ینصرف عن جانبیه جمیعًا**'' ہمیں نبی ﷺ نے نماز پڑھائی تو آپ دونوں طرف (سلام کے بعد) رُخ پھیرتے تھے۔ (ح ۹۲۹)

ثابت ہوا کہ اگر کوئی مسخرا اس حدیث کا یہ مطلب نکالے کہ آپ ﷺ حالتِ نماز میں سلام سے پہلے دائیں اور بائیں طرف پھرتے تھے، تو یہ مطلب باطل ہے۔

رہا یہ سوال کہ سینے پر ہاتھ کس حالت میں باندھتے تھے؟ نماز میں یا نماز سے بعد؟ تو عرض ہے کہ کئی دلائل سے ثابت ہے کہ یہ حدیث نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق ہے، مثلاً:

۱: مسند احمد میں سفیان ثوری کی اسی حدیث کی دوسری سند میں درج ذیل الفاظ آتے

ہیں: "رأيت النبي ﷺ و اضعًا يمينه على شماله في الصلوة" میں نے دیکھا: نبی ﷺ نے نماز میں اپنے بائیں ہاتھ پر اپنا دایاں ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔

(مسند احمد ۲۲۶/۵ ح ۲۱۹۶۸ زوائد عبداللہ بن احمد)

سفیان ثوری کے علاوہ ابوالاحوص نے بھی یہی حدیث "كان رسول الله ﷺ يؤمنا فيأخذ شماله بيمينه" کے الفاظ سے بیان کی ہے۔

(دیکھئے سنن ترمذی: ۲۵۲ وقال: حدیث حسن)

یہ ظاہر ہے کہ حدیث حدیث کی تشریح کرتی ہے۔

۲: سماک بن حرب رحمہ اللہ کی اس حدیث پر محدثین نے نماز میں ہاتھ باندھنے کے ابواب لکھے ہیں۔ مثلاً دیکھئے سنن ترمذی (قبل ح ۲۵۲) اور سنن ابن ماجہ (۸۰۹، باب وضع اليمين على الشمال في الصلوٰة)

۳: حافظ ابن الجوزی نے نماز کے مسائل میں، بائیں ہاتھ پر دائیں ہاتھ کا رکھنا مسنون ہے، کے تحت اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ (التحقیق فی اختلاف الحدیث ۲۸۳/۱ ح ۴۷۷)

۴: مشہور ثقہ تابعی امام طاؤس رحمہ اللہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر سینے پر رکھتے تھے۔ (سنن ابی داود: ۷۵۹ ملخصاً وسندہ حسن لذاتہ)

اس مرسل روایت سے بھی یہی ظاہر ہے کہ ہاتھ باندھنے سے مراد نماز میں ہاتھ باندھنا ہے اور یاد رہے کہ رضا خانیوں کے نزدیک مرسل روایت حجت ہوتی ہے اور اہلِ حدیث کے نزدیک اگر کوئی صحیح حسن لذاتہ روایت اس کی مکمل مؤید ہو تو پھر حجت ہے ورنہ ضعیف ہے۔

۵: کسی مستند عالم یا محدث نے اس حدیث سے یہ مسئلہ نہیں نکالا کہ آپ ﷺ نماز کے باہر سینے پر ہاتھ باندھتے تھے، لہٰذا رضا خانیوں کی خود ساختہ تحریفات باطل و مردود ہے۔

تنبیہ: روایتِ مذکورہ کی سند حسن لذاتہ یعنی صحیح ہے اور بعض رضا خانیوں کی سماک بن حرب اور قبیصہ بن ھلب پر جرحیں جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں، نیز یہ روایت

سماک کے اختلاط سے پہلے کی ہے، بعد کی نہیں، لہٰذا اختلاط کا اعتراض بھی مردود ہے۔

نیز عرض ہے کہ زمانۂ تدوینِ حدیث میں تدلیس اور ارسالِ خفی کو ایک سمجھنا علیحدہ چیز ہے اور چودھویں پندرھویں صدی ہجری میں غیر مدلس راوی کو مدلس کہنا علیحدہ چیز ہے، لہٰذا عباس رضوی نے امام سماک بن حرب رحمہ اللہ کو مدلس کہہ کر ضرور جھوٹ بولا ہے، یا نرم الفاظ میں: غلط بیانی کی ہے۔

۷) القاموس الوحید میں رسغ کا معنی کلائی اور پہنچا وغیرہ لکھا ہوا ہے۔ (ص ۶۲۲)

اور علمی اردو لغت میں کلائی کا معنی ''ساعد، پونچا'' وغیرہ لکھا ہوا ہے۔ (ص ۱۱۴۴)

اس کا جو بھی معنی ہو، ظہر الکف، رسغ اور ساعد کا مجموعہ پوری ذراع یعنی ہاتھ کی بڑی انگلی سے لے کر کہنی تک کا پورا حصہ ہوتا ہے اور اس پورے حصے پر اپنے دائیں ہاتھ کا جو حصہ رکھنا ممکن ہو وہ رکھ کر دیکھیں تو خود بخود سینے پر ہاتھ آ جاتے ہیں، تجربہ شرط ہے۔

ید: ہاتھ (اس کا اطلاق مونڈھے سے انگلیوں کے کناروں تک ہوتا ہے۔)

دیکھئے القاموس الوحید (ص ۱۹۱۰)

یہ ظاہر ہے کہ ذراع پر مونڈھوں تک ہاتھ رکھنا ناممکن ہے، اور کہنی تک ہاتھ کا حصہ رکھنا ہی ممکن ہے، لہٰذا عموم سے استدلال کرتے ہوئے یہاں ذراع پر ذراع رکھنا مراد ہے۔

شیخ عبید اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے اپنے اجتہاد سے جو کلام لکھا ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح ۶۰/۳)

اس کے برعکس شیخ البانی رحمہ اللہ نے حدیث سہل رضی اللہ عنہ اور حدیثِ وائل رضی اللہ عنہ سے استدلال کرتے ہوئے لکھا: ''**و هذه الكيفية تستلزم أن يكون الوضع على الصدر إذا أنت تأملت ذلك و عملت بها**'' جب تم غور کرو گے اور اس پر عمل کرو گے تو اس کیفیت سے یہ لازم آتا ہے کہ ہاتھ سینے پر آ جاتے ہیں۔

(تعلیقات المشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۴۹)

شیخ البانی نے سیدنا سہل اور سیدنا وائل رضی اللہ عنہما کی حدیثیں بیان کر کے فرمایا:

'' **فإن قلت :ليس في الحديثين بيان موضع الوضع !**

قلت : ذلك موجود في المعنى فإنك إذا أخذت تطبق ما جاء فيهما من المعنى فإنك ستجد نفسك مدفوعًا إلى أن تضعهما على صدرك أو قريبًا منه وذلك ينشأ من وضع اليد اليمنى على الكف والرسغ والذراع اليسرىٰ، فجرّب ما قلته لك تجده صوابًا .

فثبت بهذه الأحاديث أن السنة وضع اليدين على الصدر... ''

اگر تم کہو: دونوں حدیثوں میں ہاتھ رکھنے کے مقام کا بیان نہیں ہے!

میں کہتا ہوں: یہ بات مفہوم میں موجود ہے کیونکہ جب تم ان کے مفہوم پر عمل کرو گے تو اپنے آپ کو سینے پر یا سینے کے قریب ہاتھ رکھنے پر مجبور پاؤ گے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی، رُسغ یعنی گٹے پونچے اور ذراع پر رکھا جائے۔ اس کا تجربہ کر کے دیکھیں، میں نے جو کہا ہے اُسے صحیح پائیں گے۔

پس ان احادیث سے ثابت ہوا کہ سنت یہ ہے کہ سینے پر ہاتھ رکھے جائیں...

(اصل صفۃ صلاۃ النبی ﷺ ج ۱ ص ۲۱۸)

ہمارے نزدیک شیخ مبارکپوری رحمہ اللہ کا مذکورہ بیان ان کی اجتہادی خطا ہے اور اس کے مقابلے میں شیخ البانی رحمہ اللہ کا مذکورہ بیان راجح ہے، لہٰذا رضا خانی کا اعتراض مردود ہے۔

۸) راقم الحروف نے اس کا جواب صاف الفاظ میں اور صحیح بخاری کی حدیث کے ساتھ دے دیا ہے اور ''...... چپ نہ شود'' کے اصول پر عمل کرتے ہوئے رضا خانی لامذہب نے الفاظ کا گورکھ دھندا بننے کی کوشش کی ہے۔

ہمارے علاقے میں بریلوی رضا خانی حضرات کے پیروں کی ایک گدی ہے، جسے ''دریا شریف'' کہتے ہیں، وہاں ہمیشہ تہجد کی اذان ہوتی ہے جسے سحری کے وقت روزانہ سنا جا سکتا ہے، لہٰذا عرض ہے کہ ذرا اپنی چارپائی کے نیچے بھی لاٹھی پھیر کر دیکھیں۔!

دوسرے یہ کہ رضا خانی لامذہب نے بعض اہلِ حدیث علماء کے اقوال پیش کئے ہیں کہ یہ تہجد کی اذان نہیں بلکہ فجر کی اذان تھی، تو عرض ہے کہ پھر آپ لوگوں کو کس نے اختیار دیا

کہ اہلِ حدیث کے خلاف عمومی اعتراض کریں ؟ بعض لوگوں کے اجتہاد کی وجہ سے تمام لوگوں کو مطعون کرنا غلط ہے۔ راقم الحروف نے لکھا تھا: ''اور دوسرے دلائل کی رُو سے اگر یہ اذان نہ بھی دے اور صرف صبح کی اذان دے تو بھی جائز ہے۔'' (الحدیث: ۵۶ ص ۴۴)

اور اسی پر ہمارا عمل ہے اور دوسرے صحیح العقیدہ لوگ اپنے اجتہاد پر ماجور ہوں گے۔ ان شاء اللہ

۹) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع ہے اور اس پر عباس رضوی کے تمام اعتراضات باطل ومردود ہیں۔

حافظ ابن حبان نے اس حدیث پر ''ذکر مایستحب للإمام أن یجھر ببسم اللہ الرحمن الرحیم عند ابتداء قراء ۃ فاتحۃ الکتاب'' کا باب باندھا ہے۔

(قبل ح ۱۷۹۴)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ (خلیفہ راشد) کے عمل سے صراحتاً بسم اللہ بالجہر ثابت ہے اور خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنے کا حکم حدیث سے ثابت ہے اِلا یہ کہ استثناء کی کوئی صریح دلیل ہو۔

رضا خانیوں سے سوال ہے کہ آپ کے نزدیک یہ فاروقی عمل صحیح ہے یا غلط؟ اگر صحیح ہے تو تمھارا اعتراض مردود ہے اور اگر غلط؟ تو صراحت کے ساتھ لکھیں۔

ہمارے نزدیک جہراً اور سراً دونوں طرح بسم اللہ پڑھنا جائز ہے جیسا کہ بریلوی سوالات کے جوابات میں صراحت موجود ہے۔ (الحدیث: ۵۶ ص ۴۵)

۱۰) رفع یدین کا مسئلہ ثابت کر دیا گیا ہے مگر اس کے جواب میں رضا خانی لامذہب نے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔

رضا خانی سے مطالبہ ہے کہ اپنی وہ حدیث بذریعہ امام ابو حنیفہ پیش کریں، جس سے یہ ثابت ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری عمر میں رفع یدین ترک کر دیا تھا، لیکن تکبیرِ اولیٰ، وتر اور عیدین کا رفع یدین باقی رہا، نیز اس حدیث کا صحیح ہونا امام ابو حنیفہ سے ثابت کریں، کیونکہ آپ لوگ نہ تو یوسفی ہیں اور نہ شیبانی بلکہ اپنے دعوے کے مطابق عقائد میں غیر مقلد اور

فروع میں صرف ''حنفی'' ہیں۔!

۱۱) اس جواب کا غلط ہونا رضاخانی سے بن نہیں پڑا اور نہ نومولود فرقہ بریلویہ رضاخانیہ کے بانی احمد رضاخان کی عبارت کا کوئی جواب دیا ہے۔

۱۲) عباس رضوی کے مسخرے پن کا جواب الحدیث حضرو میں شائع شدہ ہے۔

(عدد ۵۶ ص ۴۸)

اور رضاخانی لامذہب کا یہ کہنا کہ اہلِ حدیث نماز میں بالخصوص یوں ہی کھڑے ہوتے ہیں، غلط ہے۔

ہم تو نماز میں کبھی پاؤں دو دو فٹ کھول کر کھڑے نہیں ہوتے اور اگر (فرض کرلیا جائے کہ) کسی ایک آدھ اَن پڑھ یا ناواقف نے عباس رضوی کے سامنے ایسا عمل کیا تھا تو اس کے ذمہ دار اہلِ حدیث علماء نہیں، کیونکہ کسی اہلِ حدیث عالم نے یہ نہیں کہا کہ پاؤں دو دو فٹ کھلے کر کے کھڑے ہو جاؤ۔

اول تو بدعقیدہ متروک و مجروح رضاخانیوں کی اہلِ حدیث کے خلاف گواہی مردود ہے اور اگر ایسا واقعہ کہیں ہوا ہو تو ہم اس سے بری ہیں۔ بہت سے بریلوی رضاخانی لوگ داڑھیاں منڈاتے ہیں اور اپنی عورتوں (زنانِ عاشقانِ اولیاء !!) کو قبروں پر لے جاتے ہیں، جہاں وہ عورتیں قسما قسم کی شرکیہ حرکات کرتی ہیں تو کیا خیال ہے اس کے ذمہ دار رضاخانی مذہب کے تمام علماء ہیں؟

نمازیوں کا اپنے جسم کے مطابق کھڑے ہو کر ایک دوسرے کے پاؤں سے پاؤں ملانا تو احادیث صحیحہ و آثارِ صحابہ سے ثابت ہے لیکن اس کا مذاق اڑانا بے دینی اور گستاخی ہے۔

آخر میں عرض ہے کہ عباس رضوی کو کہیں کہ وہ میدان میں آئیں اور ہمارے بارہ جوابی سوالات کے مطابق سوالات لکھیں اور اس کے بعد ان کا ہر چیلنج قبول ہے، جس کے لئے تمام شرائط فریقین کی رضامندی سے پہلے طے ہوں گی۔ وما علینا إلا البلاغ

(۲۲/ اپریل ۲۰۱۱ء)

علمِ توحید کی فضیلت

’’ سب سے پہلے یہ حقیقت معلوم ہونی چاہئے کہ ’’توحید‘‘ کا علم اپنی ہمہ جہت معرفت، قدر ومنزلت اور رُتبہ کے اعتبار سے علی الاطلاق تمام علوم سے اشرف، ارفع اور افضل ہے اور اس کا درجہ تمام شرعی واجبات میں سے اول ترین واجب کا ہے۔ اس لئے کہ علم توحید اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی وحدانیت، ربوبیت اور الوہیت نیز اس کے اسماء وصفات ایسے مقدس اور عالی قدر مباحث پر مشتمل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر سب سے پہلی شہادت خود ذات باری تعالیٰ نے دی ہے، پھر فرشتوں اور دوسرے اصحاب علم نے۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾

اللہ کی گواہی ہے کہ کوئی معبود برحق نہیں ہے بغیر اس کے اور فرشتوں اور اہلِ علم کی (بھی یہی گواہی ہے) اور وہ عدل کو قائم رکھنے والا ہے، اس غالب اور حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ (آل عمران:۱۸)

نیز انسانیت کی طرف مبعوث ہونے والے تمام انبیاء ورسل کی دعوت وتبلیغ کا مرکزی واساسی موضوع ’’توحید‘‘ ہی رہا ہے۔ اس کے علاوہ باقی جملہ مسائل کی حیثیت ثانوی رہی ہے، جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾

اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی (ایسا) رسول نہیں بھیجا جس کے پاس ہم نے (یہ) وحی نہ بھیجی ہو کہ میرے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں تم سب پس میری ہی عبادت کرو۔ (الانبیاء:۲۵) ‘‘

(اضواء التوحید ص ۴۵)

Monthly **AlHadith** Hazro

ہمارا عزم

✿ قرآن وحدیث اور اجماع کی برتری ✿ سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار
✿ صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور تمام ائمہ کرام سے محبت ✿ صحیح وحسن روایات
سے استدلال اور ضعیف ومردود روایات سے کلی اجتناب ✿ اتباع کتاب وسنت کی طرف والہانہ دعوت
✿ علمی، تحقیقی ومعلوماتی مضامین اور انتہائی شائستہ زبان ✿ مخالفین کتاب وسنت اور اہل باطل پر علم و
متانت کے ساتھ بہترین وبادلائل رد ✿ اصولِ حدیث اور اسماء الرجال کو مدنظر رکھتے ہوئے اشاعت الحدیث
✿ دینِ اسلام اور مسلک اہل الحدیث کا دفاع ✿ قرآن وحدیث کے ذریعے اتحادِ امت کی طرف دعوت

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ "الحدیث" حضرو کا بغور مطالعہ کرکے اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرمائیں، ہر مخلصانہ اور مفید مشورے کا قدر وتشکر کی نظر سے خیر مقدم کیا جائے گا۔